3. خالی جگہوں کو بھریں:

(الف) بھاگلپور میونسپل بورڈ کا قیام......................... میں ہوا تھا۔

(ب) بھاگلپور میں سلک کپڑا کے پیداوار کا مرکز.............اور.............تھا۔

(ج) بھاگلپور میں ثقافتی سرگرمیوں کو بڑھاوا دینے والے خاص ثقافت کار..............تھے۔

(د) ریلوے اسٹیشن کچے مال کا..........................اور درآمد سامان کا...............تھا۔

(ہ) عہد ساز ناول..........................کی تخلیق شرت چندر چٹوپادھیائے نے کی تھی۔

آیئے غور کریں :

(i) شہر بننے کا مفہوم کیا ہے؟

(ii) اٹھارہویں صدی میں نئے شہری مرکز کی ترقی کے مرحلوں پر روشنی ڈالئے۔

(iii) دیہاتی اور شہری معاشی نظام کے فرق کو واضح کیجئے۔

(iv) بھاگلپور شہر ایک تجارتی اور ثقافتی شہر تھا کیسے؟

(v) بھاگلپور کو سلک سیٹی (ریشمی شہر) کہا جاتا ہے کیوں؟

(vi) شہروں کے سماجی پس منظر کو سمجھائیں۔

آیئے کر کے دیکھیں :

(i) آپ اپنے صوبہ کے کسی شہر کی تاریخ کا پتہ لگائیں اور شہر کی وسعت اور آبادی کے بسنے کے بارے میں بتائیں۔ ساتھ ہی شہر میں چلنے والے تجارتی، تعلیمی اور ثقافتی سرگرمیوں کے بارے میں جانکاری دیں۔

باب - 11

فن کے میدان میں تبدیلی

ہندوستان کی ثقافت خوشحال اور متضاد ہے۔ قدیم اور عہد وسطیٰ کی تاریخ کے مختلف ادوار میں ہندوستان کے لوگوں نے نقاشی، فن تعمیر، رقص، موسیقی اور ادب کے میدان میں کئی اہم حصولیابیاں حاصل کی تھیں۔ اٹھارہویں صدی میں ملک کے اندر سیاسی انحطاط کا دور چل رہا تھا۔ بادشاہوں اور نوابوں کی حالت ابتر اور مالی نقطۂ نظر سے کمزور ہوگئی تھی۔ نتیجہ کے طور پر فنکار اور ادیب سرکاری تحفظ و سرپرستی سے محروم ہو گئے۔ ہر طرف ثقافتی زوال کی علامت دکھائی دے رہی تھی۔ پلاسی کی جنگ کے بعد جو نئی برٹش قوت ابھر رہی تھی۔ اس کا اثر ملک کی زندگی کے کئی پہلوؤں پر پڑ رہا تھا۔ اس دوران فن کے میدان میں ہندوستانی اور یوروپی طرز ایک دوسرے کے قریب آئے۔

اس باب میں ہم اس بات کا مطالعہ کریں گے کہ برٹش فن کے تحت نقاشی فن تعمیر اور ادب کے میدان میں کس طرح کی تبدیلیاں ہوئیں۔ ان تبدیلیوں کو ہم برٹش عہد اور قومیت سے جڑنے کے پس نظر میں دیکھنے کی کوشش کریں گے۔

برٹش فن:

برٹش فن (سامراجی فن) میں کئی یوروپی فنکار انگریز تاجروں اور افسران کے ساتھ ہندوستان آئے اور ان کی سرپرستی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ یہ فنکار نقاشی کی نئی طرز، موضوعات، روایات اور تکنیک کو ہندوستان میں شروع کیا۔ ان کے ذریعہ بنائے گئے تصاویر کو یورپ کے ملکوں میں کافی مقبولیت ملی۔ کیونکہ ان تصاویر کے ذریعہ سے انہیں غیر ممالک میں ہندوستان کے عکس کو دکھانے کا موقع ملا۔

یورپی نقاش حقیقت پسندی کے نقطۂ نظر کو لے کر ہندوستان آئے۔ یہ نقطۂ نظر اس خیال پر مبنی تھا کہ فنکار اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھتا ہے اسے اسی شکل میں تصویر کشی کرنی چاہئے۔ تاکہ تصویر حقیقی اور اصلی نظر آئے۔ یہ فنکار نقاشی کے ایک نئی تکنیک کو

ہندوستان میں لائے۔ ان کے ذریعہ بنائے گئے مختلف موضوعات کی تصویروں میں برٹش ثقافت کی برتری کو دکھایا گیا ہے۔آیئے ہم برٹش عہد کی نقاشی کے کچھ پہلوؤں کا مطالعہ کریں۔

ہندوستان کے زمینی مناظر کی تصویر کشی:

چند برٹش نقاشوں نے ہندوستان کے زمینی مناظر کی تلاش میں مختلف علاقوں کے سفر کیے دراصل یہ نقاش ہندوستان کو ایک پسماندہ اور قدیم ملک ثابت کرنے کے لئے یہاں کی ثقافتی تضادات کو دکھانا چاہتے تھے۔انہوں نے انگلینڈ کے ذریعہ ہندوستان میں جیتے گئے علاقوں کی کچھ دل پذیر تصاویر بنائیں۔

تصویر۔ 1 : ٹامس ڈینیل کے ذریعہ بنایا گیا غازی پور میں گنگا کے کنارے واقع کھنڈر تصویر (1791ء)

تصویر۔ 2 : ٹامس ڈینیل اور ولیم ڈینیل کے ذریعہ بنایا گیا کلکتہ واقع کلائیو اسٹریٹ (1786ء)

تصویر۔ا پر نظر ڈالئے۔اس تصویر میں گزرے زمانے کی ٹوٹی پھوٹی عمارتوں کے کھنڈرات نظر آرہے ہیں۔اس میں ایک ایسی تہذیب کے باقیات دکھائے جارہے ہیں جو اب زوال کی طرف گامزن ہے۔تصویر۔۲ کو دیکھئے اس میں چوڑی سڑکیں اور پرانی طرز میں بنائی گئی عظیم الشان عمارتیں دکھائی دے رہی ہیں۔تصویر۔ا اور ۲ کو دیکھنے پر آپ کو کوئی فرق نظر آتا ہے؟ ہاں ان میں ہندوستان کی روایتی زندگی اور برٹش حکومت کے تحت ہندوستانی زندگی میں فرق کو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔تصویر۔ا میں ہندوستان کی روایتی زندگی کو زوال پذیر اور ساکن دکھایا گیا ہے۔جبکہ تصویر۔۲ برٹش حکومت کے تحت ہندوستان کے جدیدیت کا عکس دکھایا گیا ہے۔ڈینیل حضرات کے ذریعہ تیار کی گئی تصویروں کے البم کو لوگ بڑی تجسس کے ساتھ خریدتے تھے کیونکہ وہ ہندوستان میں برٹش حکومت کو جاننا چاہتے تھے۔

> بنائی گئی تصویر۔۔ لکڑی یا دھات کے چھاپے سے کاغذ پر بنائی گئی تصویر۔
> البم۔۔ تصویر رکھنے کی کتاب

مجسمہ سازی :

> مجسمہ سازی۔ کسی شخص کی ایسی تصویر جس میں اس کے چہرے اور نقل وحرکت پر خاص زور دیا گیا ہو۔ کرچ گاڑھا یا موٹا کپڑا جس پر تصویر کندہ کی جاتی ہے۔

برٹش عہد میں نقاشی کی ایک اہم اور مقبول طرز مجسمہ سازی (جسم کی تصویر کشی) تھی۔ ہندوستانی راجے رجواڑے اور برٹش لوگ اپنی طاقت، حکومت اور دولت کے مظاہرہ کرنے کے لئے کرچ پر اپنی تصویریں بنواتے تھے۔ قبل کے زمانے میں تصویر کا عکس چھوٹے سائز میں بنایا جاتا تھا لیکن برٹش عہد میں بناء گئے مجسمے آدم قد ہوتے تھے۔

تصویر۔ 3.4 : یوہان جوفنی کے ذریعہ بنائی گئی تصویر (1784ء)

مجسمہ سازی کی طرز کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے کئی یورپی مصور کام کی تلاش میں ہندوستان آئے۔ 1780ء میں ہندوستان یورپی مصور یوہان جوفنی کے ذریعہ بنایا گیا۔ تصویر۔۳ اور ۴ مجسمہ سازی کی کچھ مثالیں ہیں۔ ان تصویروں میں ہندوستانی نوکروں کو اپنے انگریز مالکوں کی خدمت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ ان میں ہندوستانیوں کی حیثیت کو ذلیل حقیر اور کمتر دکھانے کے لئے دھندلے پس منظر کا استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ انگریز مالکوں کو برتر ثابت کرنے کے لئے انہیں قیمتی لباس پہنے رعب دار اور شاہی انداز میں دکھایا گیا ہے۔

انگریزوں کی دیکھا دیکھی کئی ہندوستانی اور نواب نے بھی یورپی فنکاروں سے اپنی آدم قد مجسمے بنوائے۔ جارج ولیم کے ذریعہ بنایا گیا تصویر۔۵ آرکاٹ کے نواب محمد علی خان کا آدم قد مجسمہ ہے۔ تصویر کو دیکھنے سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نواب

نے اپنے شاہی رعب و داب کو کس طرح ظاہر کیا ہے جبکہ نواب انگریزوں سے شکست کھا کر ان کے پنشن یافتہ بن چکے تھے۔ کیونکہ یہ انگریزوں کی ثقافتی برتری کو قبول کرتے ہوئے ان کے طرز اور روایات کو اپنانا چاہتے تھے۔

تصویر۔ 5 : جارج ولسن کے ذریعہ بنائی گئی آرکٹ کے نواب محمد علی خان کی تصویر (1775ء)

تاریخی واقعات کی تصویر کشی

برٹش کی نقاشی کا ایک دیگر طرز تواریخ کی تصویر کشی تھی۔

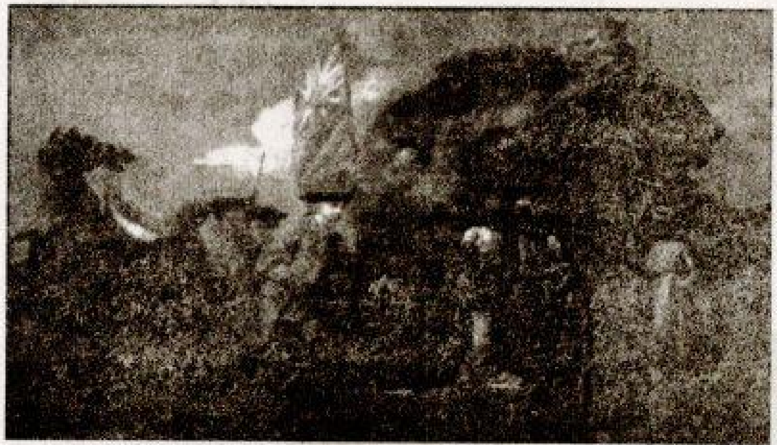

تصویر۔ 6 : فرانسیسی ہیمن کے ذریعہ بنائی گئی تصویر (1762ء)

ہندوستان میں انگریزوں کی فتح برٹش نقاشوں کے لئے نقاشی کا ایک اہم موضوع تھا۔ تصویر۔٦ اور ٧ تاریخی واقعات پر بنی نقاشی کی مثال ہے۔ باب۔٢ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ انگریزوں نے پلاسی کی جنگ میں نواب سراج الدولہ کو ہرا کر میر جعفر کو مرشد آباد کا نواب بنایا تھا۔ تصویر۔٦ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس میں میر جعفر اور اس کے فوجیوں کے ذریعہ پلاسی جنگ کے بعد لارڈ کلایو کا استقبال کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

تصویر۔٧ میں سری رنگا پٹنم کے اس مشہور لڑائی کو دکھایا گیا جس میں میسور کے حکمراں ٹیپو سلطان کی بری طرح شکست ہوئی تھی۔ تصویر میں جنگ کے مناظر کو آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اس میں انگریزی فوج ٹیپو کے فوجیوں کا قتل عام کر رہی ہے اور ٹیپو

کے قلعے پر برٹش جھنڈے کو لہرا رہی ہے۔ برٹش مصوروں کے ذریعہ ایسے تصاویر بنانے کے پیچھے مقصد یہ تھا کہ وہ انگریزوں کو طاقتور ثابت کرسکیں تاکہ انگریزوں کی جیت کا اثر عوام کے دلوں میں باقی رہے۔

تصویر۔ 7 : روبر کیر پوٹر کے ذریعہ بنائی گئی تصویر (1800ء)

بعد کے مصوروں نے انگریزوں کی برتری کو ظاہر کرنے کے لئے نقاشی کے کون سے موضوع، طرز اور روایت کو اپنایا۔ درجہ میں اس کا تذکرہ کیجئے۔

درباری فن کار اور مقامی فنکار

ہندوستانی شاہی درباروں کی سرپرستی میں کام کرنے والے مقامی فنکاروں نے سامراجوادی فن کے طرز کو کس طرح چیلنج دیا آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف درباروں میں موجود مقامی فنکار نقاشی کے طرز کے رجحانوں کو کس طرح ظاہر کررہے تھے۔

میسور کے حکمراں ٹیپو نے انگریزوں کو ثقافتی روایات کی مخالفت کرتے ہوئے مقامی طرز اور روایات کو تحفظ عطا کیا۔ ان کے محل کی دیواریں مقامی فنکاروں کے ذریعہ بنائے گئے اندرونی تصاویر سے سجے ہوئے تھے۔ تصویر۔۸ میں ایک اندرونی تصویر دکھائی دے رہی ہے اس اندرونی تصویر میں پولیلور کی

تصویر۔ 8 : سرینگا پٹم واقع دریا دولت محل کی دیوار پر درباری مصور کے ذریعہ بنائی گئی بھتی تصویر

بھتی تصویر
دیوار پر بنائی گئی تصویر

مشہور لڑائی کے منظر کو دکھایا گیا ہے جس میں میسور کی فوج نے انگریزوں کو بری طرح ہرایا تھا۔

مرشد آباد ریاست میں مقامی فنکاروں کو انگریزوں کے طرز اور روایت کو سیکھنے کے لئے حوصلہ افزائی کی جارہی تھی۔

تصویر۔ 9 : مرشد آباد میں مقامی فنکاروں کے ذریعہ بنائی گئی عید کے جلوس کی تصویر

تصویر۔9 میں ایک جلوس کی تصویر ہے مقامی فنکار کے ذریعہ بنائی گئی اس تصویر میں تناظر کے اصول کا استعمال کیا گیا ہے اس تصویر میں نزدیک اور دور والی چیزوں کے بیچ دوری کو واضح کرنے کے لئے روشنی اور سائے کا استعمال کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت قائم ہو جانے کے بعد مقامی ریاستوں کے راجے رجواڑے اور نواب کی حالت ایسی نہیں رہ گئی تھی کہ فنکاروں کو اپنے دربار کی خدمت میں رکھ سکیں۔ ایسی صورت میں مصور بھی کام کی تلاش اور روزی روٹی کے لئے انگریزوں کی پناہ میں جانے لگے۔ ہندوستان میں آئے انگریز افسران اور تاجر بھی ایسی تصویریں بنوانا چاہتے تھے۔ تاکہ وہ ہندوستان کو سمجھ سکیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مقامی فنکاروں نے پودوں، جانوروں تاریخی عمارتوں، مذہبی تیوہاروں، تجارتوں، ذات اور فرقوں کی تصویر بنانے لگے۔ ان تصویروں کو کمپنی تصویر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

کئی مقامی فنکار ایسے بھی تھے جو راج دربار کے اثرات سے آزاد مقامی ماحول میں نقاشی کی آزاد طرز اور روایت کے رجحانوں کو ظاہر کر رہے تھے۔ ایسی ہی طرزوں میں بہار کی 'مدھوبنی پینٹنگ' ایک خاص طرز نقاشی ہے۔ اس میں فطری مذہب اور سماجی قدروں کے تصاویر کو دیہاتی پس منظر میں بنایا جارہا تھا۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ مدھوبنی پینٹنگ کے فنکار دیہات کے عوامی نقاشی کے رجحانوں کو کس طرح ظاہر کر رہے ہیں۔

مدھوبنی پینٹنگ

اس عوامی عہد کی طرف محبان فن اور دور بین نگاہوں کی توجہ اس وقت ہوئی جب 1942ء میں لندن کی آرٹ گیلری میں مدھوبنی پینٹنگ کی نمائش کی گئی۔ مدھوبنی نقاشی پورے طور پر ایک خواتین نقاشی طرز ہے۔ وہ اس نقاشی کو نسل در نسل وراثت کی شکل میں چھوڑتی گئیں۔ اس طرح گھر کی دیواروں اور آنگن کے فرش سے کپڑوں اور کاغذ پر اس کا تبادلہ ہوتا گیا۔ دیگر عوامی فنون کی طرح مدھوبنی نقاشی بھی مختلف تیوہار شادی اور خاندانی تقریبات کے ساتھ جڑی ہے۔

مدھوبنی نقاشی کی دو شکلیں ہیں۔ دیواروں پر تصویر اور زمین پر تصویر (تصویر-۱۰)

دیوار کی تصویروں میں دیوی دیوتاؤں، رادھا کرشن کی لیلا رام سیتا کی کہانیوں کی تصویروں کو خاص طور سے دکھایا گیا ہے۔ شادی کے موقع پر گھر کے باہر اور اندر کی دیواروں پر نفسیات سے متعلق تصاویر اور جانور اور پرندوں کے تصاویر کو علامت کی شکل میں تصویر کشی کی جاتی ہے۔

زمین پر کی تصویرون میں آنگن یا چوکھٹ کے سامنے زمین پر بنائے جانے والے تصاویر ہیں۔ انہیں بنانے میں پیسے ہوئے چاول کو پانی اور رنگ میں ملایا جاتا ہے۔ زمینی تصویروں کے تحت انسان جانور، پرندہ، درخت، پھل پھول، چراغ وغیرہ کی تصویروں کو بنایا جاتا ہے۔

مدھوبنی طرز کی تصاویر میں تصویری سامانوں کو محض علامتی شکل دی جاتی ہے۔ پہلے کی تصویر خاص طور سے دیواروں اور فرشوں پر بھی بنائے جاتے تھے مگر کچھ سالوں سے کپڑے اور کاغذ پر بھی تصویر کشی کا رجحان کافی بڑھا ہے۔ تصویر کشی کے سامان کے نام پر بانس کی کوچی اور مختلف قسم کے فطری رنگ ہوتے ہیں۔ زیادہ تر رنگ پودوں سے حاصل کئے جاتے ہیں۔

اس نقاشی کے خاص فنکاروں میں سیا دیوی، کوشلیا دیوی، سنیتی کلا دیوی، گنگا دیوی، بھگوتی دیوی وغیرہ کے نام لئے

جاسکتے ہیں۔ حصول آزادی کے بعد یہ نقاشی اپنے مقامی ماحول کے حدود کو پار کرتے ہوئے ملک اور غیر ممالک میں کافی مقبول ہوئی ہیں اور اس کی نمائشیں لگائی گئیں۔ جاپان کے تو کاماچی شہر میں مدھوبنی پینٹنگ کا میوزیم بنایا گیا ہے۔

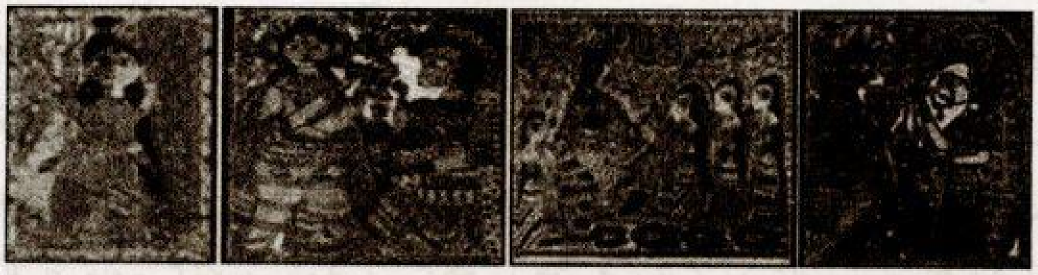

تصویر۔ 10 : مدھوبنی پینٹنگ

قومی نقاشی طرز :

تصویر۔ 11 : راجا روی ورما کے ذریعہ بنائی گئی تصویر

انیسویں صدی کے آخری عشرے اور بیسویں صدی کی ابتداء میں عوام الناس کی تصویروں میں قومیت کے پیغام دیئے جانے لگے تھے۔ راجا روی ورما ان نقاشوں میں سے ایک تھے جنھوں نے قوم پرستی سے متعلق طرز کو ترقی دینے میں اہم خدمات انجام دیں۔ انہوں نے مجسمہ سازی کے یورپی فن کے طرز کو اپنی نقاشی کا بنیاد بنایا۔ انہوں نے رامائن، مہابھارت اور اساطیری کہانیوں کے ڈرامائی مناظر کو کرچ پر تصویر کشی کیا۔ ان کے ذریعہ بنائے گئے تصاویر محبان فن کے درمیان کافی مقبول ہوئے۔ تصویروں کے تئیں لوگوں کے کشش کو دیکھتے ہوئے راجا روی ورما نے بمبئی میں پرنٹنگ پریس لگوائی یہاں ان کے ذریعہ بنائی گئی تصویروں کی چھپائی بڑی تعداد میں ہونے لگی۔ اب عام لوگ بھی سستے قیمت پر ان کی تصویروں کو خرید سکتے تھے۔

موڑن اسکول آف آرٹس (فنکاروں کا جدید شعبہ) :

انیسویں صدی کے وسط میں ہندوستان کو مغربی تعلیم سے مستفیض کرنے کے تعلیمی پالیسی کے تحت سرکار نے کلکتہ، بمبئی، مدراس اور لاہور میں آرٹ اسکول قائم کیا۔ ان اسکولوں میں فن کے جدید طریقوں کو ہی مطالعہ کے موضوع کی شکل میں رکھا گیا تھا۔ ای دی ہیول مدراس اسکول آف آرٹس مین فن کے استاد تھے۔ انہوں نے رابندر ناتھ ٹیگور کی مدد سے ہندوستانی مصوروں کا ایک الگ گروہ بنایا جنہیں فنکاروں کا جدید شعبہ کہا گیا۔ بنگال کے قوم پرست فنکاروں کی جماعت ان کے ساتھ جڑنے لگے۔ اس جماعت کے فنکاروں نے موضوعات کے انتخاب اور تکنیک میں اجنتا کے دیوار کے تصویروں، عہد وسطیٰ کی چھوٹی تصویروں اور ایشیائی فن کے تحریک کی حوصلہ افزائی کرنے والے جاپانی فنکاروں سے سبق حاصل کیا۔

ایشائی فن تحریک

جاپانی فنکار راوکا کورا اکاکو نے جاپانی فن پر تحقیق کی اور ایک ایسے وقت میں جاپانی فن کے روایتی تکنیک کو بچانے کی ضرورت پر زور دیا کہ مغربی طرز کی وجہ سے خطرے میں پڑتی جارہی تھی۔ انہوں نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ جدید فن کیا ہوئی ہے اور روایتوں کو باقی رکھنے اور جدت پسند بنانے کے لئے کیا کیا جانا چاہئے وہ جاپان فن اکیڈمی کے بانی صدر تھے اور کاکورا نے شانتی نکیتن کا بھی دورہ کیا تھا۔ روندر ناتھ ٹیگور اور واوندر ناتھ ٹیگور پران کا گہرا اثر تھا۔

تصویر۔۱۲ کو دیکھئے۔ رویندر ناتھ ٹیگور کے ذریعہ بنائے گئے اس تصویر میں راجپوت گھریلو تصویر کے طرز کا اثر دیکھا جاسکتا ہے۔ تصویر۔۱۳ میں دھندلے پس منظر میں ہلکے رنگوں کے استعمال کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اس تصویر کے طرز میں جاپانی فنکاروں کے اثرات واضح طور سے ظاہر ہورہے ہیں۔ تصویر۔۱۴ نندلال بوس کے ذریعہ بنایا گیا ہے اس تصویر میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نندلال بوس نے اپنی تصویر میں سہ جہتی (تین پہلو) اثر پیدا کرنے کے لئے سایہ کا استعمال کیا ہے۔ نندلال بوس کے اس تصویر میں اجنتا کے تصویری طرز کے اثر کو صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

تصویر۔12:
میری ماں، اوبندر ناتھ ٹیگور کے ذریعہ بنائی گئی تصویر

تصویر۔13: کالیداس کی نظم اوبندر ناتھ کے ذریعہ بنائی گئی تصویر۔ یہ طرز جاپانی جل رنگ کی تصویروں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تصویر۔14: جاتو گرہ داہ (پانڈووں کی منتقلی کے دوران لکشا گرہ کے جلنے کی تصویر) نند لال بوس کے ذریعہ بنائی گئی۔ اجنتا کی آرٹ کی طرز سے متاثر۔

بیسویں صدی کے دوسرے عشرے کے بعد فنکاروں کی ایک الگ جماعت نے اوبندر ناتھ کے طرز فن سے مختلف خیالات کو پیش کیا۔ اس گروہ کے فنکاروں کا عقیدہ تھا کہ فنکاروں کو قدیم فن کی شکلوں کے بجائے عوامی فن اور قبائلی فن کے طرز سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ جیسے جیسے یہ بحث آگے بڑھتا رہا ویسے ویسے فن کے نئے طرز اور روایات کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔

--- برٹش عہد کی نقاشی اور قوم پرستی کی نقاشی میں فرق واضح کریں۔

--- درجہ سات کے باب۔۸ میں منقش چھوٹی تصویروں کو دیکھ کر تصویر۔۱۲ کا موازنہ کیجئے۔

کیا آپ کو یکسانیت یا عدم یکسانیت نظر آتی ہے؟

تعمیر عمارت کی نئی طرز اور نئی عمارتیں

جب ہندوستان میں برٹش حکومت کو استحکام حاصل ہوا۔ تب بنیادی طور پر دفاع، انتظامیہ رہائش اور تجارت جیسی ضروریات کی تکمیل کے لئے عمارتوں کی ضرورت پیش آنے لگی۔ انیسویں صدی سے شہروں میں بننے والی عمارتوں میں قلعے، سرکاری دفاتر، تعلیمی ادارے، مذہبی عمارتیں اور تجارتی عمارت وغیرہ خاص تھیں۔ یہ عمارتیں انگریزوں کی برتری، اختیار، حکومت کی علامت اور ان کی قوم پرستی کے خیالات کی نمائندگی بھی کرتی ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ اس سوچ کو انگریزوں نے کس

طرح عملی جامہ پہنایا۔

عوامی عمارات کے لئے موٹے طور پر تین فن تعمیر کے طرز کا استعمال کیا گیا۔ ان میں سے ایک طرز کو گریکو۔ رومن طرز تعمیر کہا جاتا تھا۔ بڑے بڑے ستونوں کے پیچھے اقلیدسی بناوٹ اور گنبد کی تعمیر اس طرز کی خصوصیت تھی۔ (آپ تصویر۔۱۵ کو دیکھیں)۔ یہ طرز بنیادی طور سے قدیم روم کی تعمیر عمارت طرز سے نکلی تھی۔ جسے یورپی بیداری کے دوران دوبارہ زندہ کیا گیا۔ انگریزوں نے اس طرز کا استعمال ہندوستان میں شاہی شان وشوکت کے اظہار کے لئے کیا تھا۔

تصویر۔ 15 : سنٹرل پوسٹ آفس کلکتہ

ایک اور طرز جس کا کافی استعمال کیا گیا وہ گاتھک طرز تھا۔ اونچی اٹھی ہوئی چھتیں، نوک دار محرابیں باریک سجاوٹ اس طرز کی خصوصیت تھی۔ گاتھک طرز کا استعمال سرکاری عمارتوں تعلیمی اداروں اور گرجا گھروں میں بڑے پیمانے پر کیا گیا۔

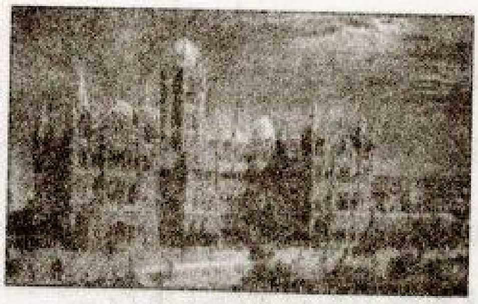

تصویر۔ 16 : وکٹوریہ ٹرمنس ریلوے اسٹیشن بمبئی

انیسویں صدی کے آخر میں اور بیسویں صدی کے آغاز میں ایک نئی مشترک طرز تعمیر کو فروغ ہوا جس میں ہندوستانی اور یوروپی طرزوں کے عناصر موجود تھے۔ اس طرز کو انڈو سارا سینک طرز کا نام دیا گیا تھا۔ انڈو لفظ ہندو کا مختصر شکل تھا جبکہ سارا سین لفظ کا استعمال یورپ کے لوگ مسلمانوں کو مخاطب کرنے کے لئے کرتے تھے۔

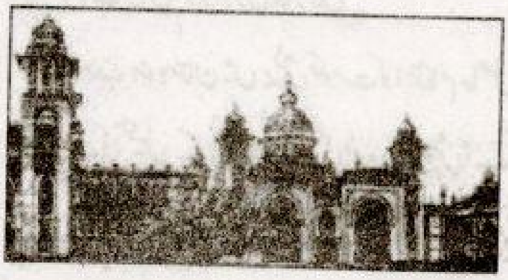

تصویر۔ 17 : مدراس لاء کورٹ

ہندوستان میں عہد وسطیٰ کی عمارتوں گنبدوں

چھتریوں، جالیوں اور محرابوں سے یہ طرز متاثر تھی۔ ہندوستانی طرز کی آمیزش سے انگریز یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ یہاں کے قانونی اور فطری حکمراں ہیں۔

یورپی ڈھنگ کی دکھنے والی عمارتوں سے برٹش مالکوں اور ہندوستانی عوام کے درمیان فرق کو ظاہر کرتی ہے۔ شروعات میں یہ عمارتیں روایتی ہندوستانی عمارتوں کے مقابلے عجیب سی دکھائی پڑتی تھیں۔ لیکن رفتہ رفتہ ہندوستانی بھی یورپی فن تعمیر کے عادی ہو گئے اور انہوں نے اسے اپنالیا۔ دوسری طرف انگریزوں نے اپنی ضروریات کے مطابق کچھ ہندوستانی طرز کو اپنالیا اس کی ایک مثال ان بنگلوں کو مانا جاسکتا ہے جسے پورے ملک میں سرکاری افسران کی رہائش کے لئے بنایا جاتا تھا۔ بنگال کے روایتی پھوس کی بنی جھونپڑی کو انگریزوں نے اسے اپنی ضروریات کے مطابق بدل دیا تھا۔ انگریزوں کا بنگلہ ایک بڑی زمین پر بنا ہوتا تھا روایتی ڈھلواں چھت، چاروں طرف بنا برآمدہ اور اس کے پیچھے گھر بنا ہوتا تھا۔ بنگلے کے احاطے میں گھریلو نوکروں کے لئے الگ سے کوارٹر ہوتے تھے۔

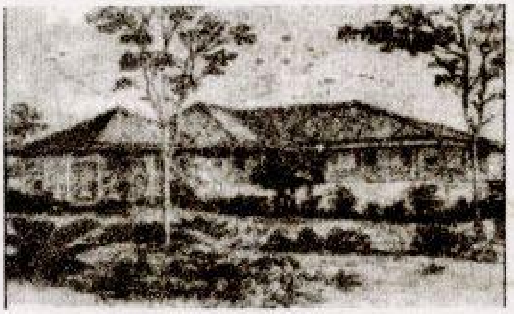

تصویر۔ 18 : انیسویں صدی کا ایک بنگلہ

آپ اپنے گاؤں، قصبہ اور شہر میں واقع عمارتوں کی ایک فہرست بنائیں اور یہ بتائیں کہ ان کی تعمیر کس فن تعمیر میں ہوئی ہے۔

ادب میں قوم پرستی کے خیالات :

اس باب میں مطالعہ کے بعد آپ ہندوستان میں قوم پرستی کے خیالات کی توسیع میں مختلف ہندوستانی زبانوں کے خاص ادیبوں کے ادبی خدمات سے واقف ہوسکیں گے۔ ہندوستان کی آزادی کی تحریک (اس کا تذکرہ آئندہ باب میں کریں گے) میں ادب نے اہم رول نبھایا ہے۔ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں جب قوم پرست خیالات ابھرنے لگے۔ تب مختلف ہندوستانی زبان کے ادیبوں نے ادب کو وطن پرستی کے مقاصد کے لئے استعمال میں لانے لگے۔ دراصل ان میں سے

زیادہ تر ادیبوں کا یقین تھا کہ وہ غلام ملک کے شہری ہیں۔ اس لئے ان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس قسم کے ادب کی تخلیق کریں جو ان کے ملک کی آزادی کی راہ نکالے۔ ادب میں غلامی کے احساس اور آزادی کی ضرورت واضح طور پر ظاہر ہو رہی تھی۔ اتنا ہی نہیں ادب نے ملک کی آزادی کے لئے عوام الناس کو ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے اکسایا۔ سہولت کے نقطہ نظر سے ہمارے بیان کا موضوع تین زبانوں۔ بنگلہ، ہندی اور اردو تک محدود رہے گا۔

بنگلہ ادب :

جدید بنگلہ ادب کے عظیم ادیب بنکم چندر چٹوپادھیائے (1894-1838ء) کے ناول اپنے ملکی باشندوں میں حب وطن کے جذبات کو بیدار کرنے میں مصروف تھے۔ انہوں نے ملک کے لوگوں کو ملک کے موجودہ دگرگوں حالت کے اسباب پر غور کرنے کے لئے مجبور کیا۔ اپنے مشہور گیت 'بندے ماترم' کے ساتھ آنند مٹھ محبان وطن کے لئے سبق لینے کا ذریعہ بن گیا۔ آنند مٹھ آزادی کے ان دیوانے وطن پرست اور انقلابی لوگوں کا رزمیہ ہے جنہوں نے بندے ماترم کا نعرہ لگاتے ہوئے ملک کی آزادی کے لے اپنا سب کچھ لٹادیا۔

معاشی قوم پرستی کے دعویدار کی شکل میں مشہور رمیش چندر دت (1909-1848) کو اپنی تخلیق کا سبق انہیں ادبی وطن پرستی سے ملی تھی۔ رمیش چندر دت ایسے ہندو تھے جنہیں اپنی روایات اور ثقافت سے بڑی محبت تھی۔ انہوں نے ناول 'سماج' میں قدیم ہندوستان کے ماضی کو ایک نمونہ کی شکل میں پیش کیا۔ انہوں نے اپنے ناول میں ایسے ہندوستانی قومیت کی تصویر کشی کی ہے جو ہندوؤں پر مرکوز تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رمیش چندر دت فرقہ پرست تھے۔ یہاں ہندو نمونوں کو پیش کرنے

معاشی قومیت : انگریزی سماج کی معاشی تنقید کے ذریعہ سے ہندوستانی قومیت کی معاشی بنیاد تیار کرنے کی کوشش۔

ادبی قومیت : قوم پرستی کے خیالات کے اظہار کے لئے ادب کو ذریعہ بنانا

کے پس پردہ اس بات کو روشنی میں لانا تھا کہ اس وقت ہندوستانی قومیت میں ایسے امکانات پنہاں تھے جو فرقہ وارانہ جذبات کو جنم دے سکتی تھی۔ اس لئے رمیش چندر دت کو ان کے زمانے کے رجحانات کو زبان دینے والے نمائندہ کی شکل میں دیکھا اور

سمجھا جانا چاہئے۔

بنگلہ ناول نگار تاراشنکر بندوپادھیائے (1971-1898ء) کی 1947ء سے قبل کی تخلیقات پر نظر ڈالنا کافی مفید ہوگا خصوصاً گن دیوتا اور پنچ گرام ناول میں انہوں نے استحصال اور صنعت کاری کی وجہ سے دیہاتی سماج کے بکھراؤ کو دکھایا ہے۔ اس استحصال اور مظالم کے خلاف غریب دیہاتیوں کے جدوجہد کا بھی بیان کیا گیا ہے جو آخر کار ناکام ہوتا ہے یہ ناکامی اس لئے نہیں تھی کہ اثر دار طبقہ طاقتور تھا بلکہ اس لئے کہ صنعت کاری کے حقائق کے سامنے دیہاتی سماجی زندگی اور معاشی نام کئی نہیں رہ سکتی۔

ہندی ادب :

آیئے اب ہم ہندی ادب کا تذکرہ کریں اور بھارتیندو ہریش چندر کے بارے میں جانیں۔ بھارتیندو (1885-1850ء) ہندی ادب میں جدید دور کے نمائندہ رہے ہیں۔ اپنے ملک اور سماج سے لوگوں کو واقف کرانے کے لئے انہوں نے مختلف ادبی اصناف جیسے شاعری، ڈرامے اور مضامین لکھے۔ بھارتیندو کے ذریعہ تخلیق کردہ ادب کا ایک بڑا حصہ غلامی کے سوال سے متعلق ہے۔ اپنے مشہور ڈرامہ اندھیر نگری چوپٹ راجا اور بھارت دردشا میں انہوں نے انگریزی حکومت کے استحصالی کردار کو اجاگر کرنے کے لئے ایسی عوامی کہانی کا استعمال کیا جو ملک کے مختلف حصوں میں عام طور سے رائج تھیں۔ کئی قوم پرست لیڈروں اور مصنفوں نے ہندوستانی دولت کے لوٹ کے ذریعہ سے برٹش حکومت کے استحصال کا پردہ فاش کیا۔ بھارتیندو نے بھی شاعری کے ذریعہ سے ہندوستانی دولت کی لوٹ کو اس طرح ظاہر کیا ہے۔

कल के कल बल छलन सों ठने इतेके लोग।
नित-नित धन सों घटत है बढ़त है दुःख सोग।।
मारकीन मलमल बिना चलत कुछ नहिं काम
परदेशी जुलाहन के मानहु भये गुलाम

भीतर-भीतर सब रस चूसै।
हंसि हंसि के मन-तन-धन मुसै।

जाहिर वातन में अति तेज।
क्यों राखि साजन नहिं अंगरेज।

بیسویں صدی کے ابتدائی دوعشروں تک استحصال، آزادی اور غلامی کے تئیں ذہنی رویہ عام طور پر وہی تھا جو انیسویں صدی کے دوران ابھرا تھا۔ لیکن عالمی جنگ اول (1914-18ء) کے بعد حالت تیزی سے بدلنے لگے۔ اب معاملہ صرف ہندوستان کی آزادی کا نہیں رہا۔ وہ تو کسی بھی قیمت پر لینی ہی تھی۔ اب آزادی کا بنیادی مفہوم اور خاص مقصد ہی تذکرہ کی بنیاد بن گئے اور آزادی کس کے لئے جیسے سوالات اٹھنے لگے جیسا کہ پریم چند کی ایک کہانی آہوتی میں روپ متی کہتی ہے۔

'کم از کم میرے لئے آزادی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جان کی جگہ گوبند بیٹھ جائے جن برائیوں کو دور کرنے کے لئے آج ہم جانوں کو ہتھیلی پر لئے ہوئے ہیں انہیں برائیوں کو کیا عوام اس لئے سر چڑھائے گی کہ وہ غیر ملکی نہیں ملکی ہیں۔ اگر آزادی آنے پر بھی جائداد کا یہی غلبہ رہا اور تعلیم یافتہ سماج یوں خود غرض بنا رہے تو میں کہوں گی کہ آزادی کا نہ آنا ہی اچھا ہے۔'

پریم چند نے قوم پرست نیتاؤں کی خود غرضیوں اور عیش پرستی کا واضح طور سے پردہ فاش کیا ہے اس کا ماننا تھا کہ اگر ملک کے رہنما صحیح نہیں ہوں گے تو ہندوستان کی آزادی کا کیا فائدہ؟ پریم چند کے ناول 'غبن' 1931ء میں اسی فکر کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دیوی دین جو ایک پکا قوم پرست ہے وہ رہنماؤں سے کہتا ہے۔

ابھی جب تمہاری حکومت نہیں ہے تب تو عیش و آرام پر اتنا مرتے ہو جب تمہاری حکومت ہو جائے گی تب تو تم غریبوں کو پیس کر پی جاؤ گے۔

لیکن قوم پرست سیاست کا سب سے افسوس ناک پہلو 'گودان' میں منعکس ہوتا ہے۔ رائے صاحب جو کہ ایک دولت مند زمیندار ہیں وہ ستیا گرہ میں شامل ہوتے ہیں اور بے ایمانی سے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے دولت کا استعمال کرتے ہیں۔ کھنا جو کہ مہاجن، تاجر اور صنعت کار ہیں۔ تحریک میں حصہ لے کر پھر ایسے طریقوں سے دولت بنانے میں مصروف

ہو جاتے ہیں جنہیں جائز نہیں کہا جاسکتا ہے اونکارناتھ صحافی ہیں جو اپنے ادارتی تحریروں میں آگ اگلتے ہیں۔ لیکن وہ بنیادی طور پر خودغرض ہیں جن کے لئے قوم پرستی مفاد کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔

— ادب میں کن قوم پرست عناصر کو اجاگر کیا گیا ہے؟ درجہ میں تذکرہ کریں۔

اردو زبان :

آپ نے عہد وسطیٰ کی تاریخ کو پڑھتے وقت یہ جانا کہ ملک میں ایک مشترکہ ثقافت کو فروغ حاصل ہوا جسے گنگا جمنی ثقافت بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کئی مثالوں میں اردو زبان بھی شامل ہے۔ اردو زبان کی پیدائش پنجاب کے علاقے میں گیارہویں صدی میں ہوئی اور عہد وسطیٰ میں اس کو رفتہ رفتہ فروغ حاصل ہوا۔ اٹھارہویں صدی تک یہ ایک ادبی زبان بن چکی تھی۔ جس میں فارسی اور کچھ ہندوستانی زبانوں کے الفاظ شامل تھے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں جب قومی تحریکوں نے زور پکڑا تو شمالی ہند میں سب سے زیادہ رائج اردو زبان ہی تھی جسے ہم ہندوستانی بھی کہتے ہیں شاید آپ جانتے ہوں کہ اردو اور ہندی کے بہت سارے الفاظ ایک ہی ہیں۔ اور ان میں خاص فرق رسم الخط کا ہے۔ ہندی دیوناگری رسم الخط اور اردو فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت شمالی ہند میں زیادہ تر اخبارات ورسائل اردو زبان میں ہی شائع ہوتے تھے۔ 1857ء کے ہنگامے کے وقت دلی سے شائع ہونے والی 'دہلی اخبار' اور لکھنؤ سے شائع ہونے والی طلسم جیسے اخبار آج خاص تاریخی ذرائع ہیں۔ قومی تحریک کے خاص رہنما مولانا ابوالکلام آزاد نے کئی اخبارات نکالے جن میں 'الہلال' اور 'البلاغ' کافی اہم تھے۔ ان کے علاوہ کئی دوسرے اخبار اردو میں نکالے جاتے تھے جن کے ذریعہ سے حب وطن کے جذبہ کی توسیع ہوئی اور انگریزوں کی حکومت ناانصافی اور مظالم کے خلاف لوگوں میں بیداری لائی گئی۔ آپ جانتے ہوں گے کہ 'انقلاب زندہ باد' کا نعرہ اردو زبان کا ہی ہے۔

اردو زبان کے اخباروں کے ساتھ ساتھ اردو شاعری کے ذریعہ سے بھی حب وطن اور سماجی یکجہتی کا پیغام گھر گھر پہنچایا

گیا۔ بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں علامہ اقبال نے 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' نظم کی تخلیق کی تو پٹنہ کے بسمل عظیم آبادی نے لکھا۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

ایسی کئی مثالیں آپ کو دیکھنے کو ملیں گی جب ملک کی آزادی کے لئے جان قربان کرنے والوں نے ایسے اشعار اور گیت دہراتے ہوئے موت کو گلے لگایا۔ اردو زبان آج بھی مقبول عام ہے اور ہماری دوسری سرکاری زبان بھی ہے۔

مشق

آیئے پھر سے یاد کریں :

1. صحیح یا غلط بتائیں :

(i) ادب میں غلامی کے احساس یا آزادی کی ضرورتوں کو واضح اظہار ملنے لگی تھی۔

(ii) پریم چند نے آنند مٹھ کی تخلیق کی تھی۔

(iii) رمیش چندر دت کے ناول میں ہندو حمایتی رجحان دیکھنے کو ملتا ہے۔

(iv) بھارتیندو ہریش چندر نے ہندوستانی دولت کے لوٹ کو ڈرامے کے ذریعہ سے پردہ فاش کیا ہے۔

(v) 'بندے ماترم' گیت کی تخلیق بنکم چندر چٹرجی نے کی تھی۔

2. خالی جگہوں کو بھریں :

(الف) لکڑی یا دھات کے چھاپے سے کاغذ پر بنائی گئی تصویر کر.................کہا جاتا ہے۔

(ب) برٹش عہد میں بنائے گئے عکسی تصویر.................ہوتے تھے۔

(ج) انگریزوں کی فتح کو ظاہر کرنے کے لئے.................کی تصویر کشی کی جاتی تھی۔

(د) ایشیائی فنی تحریک کی حوصلہ افزائی کرنے والے.................فنکار تھے۔

3. درج ذیل کے جوڑے بنائیں۔

(الف) سنٹرل پوسٹ آفس، کلکتہ	(i) گوتھک طرز
(ب) وکٹوریہ ٹرمینلس ریلوے اسٹیشن، بمبئی	(ii) انڈو سارا سینک طرز
(ج) مدراس لاء کورٹ	(iii) انڈو گریک طرز

آیئے غور کریں :

(i) مدھوبنی پینٹنگ کس طرح کے طرز کا فن تھا۔ اس کے تحت کن موضوعات کو دھیان میں رکھ کر تصویر بنائے جاتے تھے۔

(ii) برٹش مصوروں نے انگریزوں کی برتری اور ہندوستانیوں کے کمتر حیثیت کو دکھانے کے لئے کس طرح کی تصویروں کا مظاہرہ کیا ہے۔

(iii) انیسویں صدی کی عمارتیں انگریزوں کی برتری طاقت اور حکومت کی علامت اور ان کے قومی خیالات کی رہنمائی کرتی ہیں۔ اس قول کی بنیاد پر فن تعمیر طرز کی خصوصیات کا بیان کریں۔

(iv) ادبی حب وطن سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ غور کریں۔

(v) ماڈرن اسکول آف آرٹس سے جڑے ہندوستانی فنکاروں نے قومی فن کو بڑھاوا دینے کے لئے کن موضوعات کو منتخب کیا۔ تصویر 14,13,12 کی بنیاد پر بیان کریں۔

آیئے کر کے دیکھیں :

(i) آپ اپنے گاؤں یا شہر کے آس پاس موجود تعمیر عمارت کے طرز پر توجہ دیجئے۔ جو سبق میں دیئے گئے عمارتوں سے ملتی جلتی ہوں۔ آپ اس عمارت کا ایک اسکیچ تیار کر کے اس کی طرز تعمیر کی خصوصیات کو بیان کریں۔

(ii) مختلف ہندوستانی زبانوں میں شائع شدہ قومی خیالات کی حوصلہ افزائی کرنے والی شاعری، کہانی اور گیتوں کو جمع کر کے درجہ میں اس کی نمائش کریں۔

باب ۔12

قومی تحریک (1885-1947ء)

آپ نے گذشتہ ابواب میں پڑھا ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کیسے ہوئی؟ ان کے ذریعہ جو حکومتی نظام قائم کی گئی وہ ہندوستانیوں کے لئے کیسے استحصالی ثابت ہوئیں؟ ان کے ذریعہ ہندوستان میں اپنا مفاد حاصل کرنے کے لئے کیسے سماجی اقتصادی اور تعلیمی اصلاح کا تانا بانا بنا گیا جس نے ہندوستان کے خودکفیل معاشی نظام کو تو ختم کر ہی دیا، سماجی اور مذہبی یکجہتی کو بھی ختم کر دیا۔ ساتھ ہی استحصالی اور تفریق کرنے والی پالیسی نے 1857ء کی بغاوت کو بھی جنم دیا۔

آپ نے ایسا محسوس کیا ہوگا کہ ہندوستانیوں میں سخت بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی قوم پرست لوگ اب نہیں چاہتے تھے کہ انگریز ہندوستان میں بغیر روک ٹوک حکومت کریں۔ ہندوستانی اب منظم طریقے سے انگریزوں کی مخالفت کرنا چاہتے تھے۔ ابتدائی سالوں میں کچھ تنظیمیں قائم کی گئیں جن کے اثرات علاقائی سطح تک ہی محدود رہے لیکن ان کے مقاصد پورے طور پر قومی مفاد میں تھے۔ ان تنظیوں کے ذریعہ ملک کے مختلف علاقوں میں ہندوستانی عوام کو سماجی اور سیاسی طور سے بیدار کرنے کی کوشش کی گئی۔

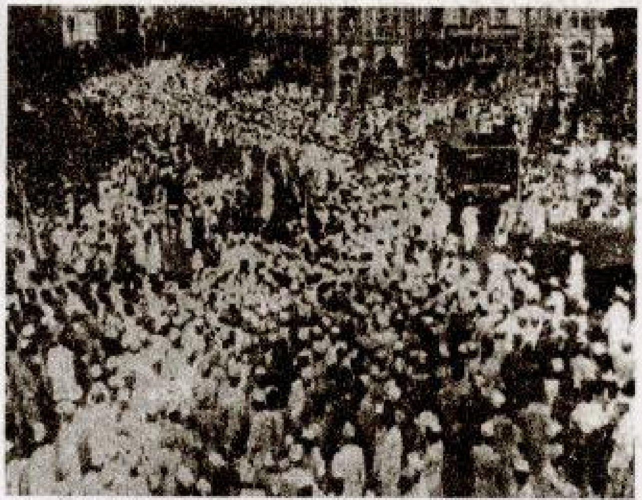

تصویر۔ 1 : قومی تحریک میں عوامی ہجوم

ہندوستان کی اہم ابتدائی سیاسی تنظیمیں

1. 1851-52ء۔ برٹش ہندوستان کے تینوں صوبوں میں شروع میں الگ الگ تین تنظیموں کی تشکیل ہوئی جس کے ارکان خاص طور سے انگریز اور ہندوستانی زمیندار تھے۔ بنگال میں برٹش انڈین ایسوی ایشن مدراس میں مدراس نیٹو ایسوی ایشن اور بمبئی میں بمبئی ایسوی ایشن۔
2. 1867ء۔ پونا عوامی مجلس کا قیام مہادیو گووندرانا ڈے نے کیا۔ اس کے ممبر متوسط طبقہ کے عام لوگ تھے۔
3. 1876ء۔ انڈین ایسوسی ایشن کا قیام سریندر ناتھ بنرجی نے کولکاتہ میں کیا تھا۔ اس کے ممبر بھی پڑھے لکھے عام لوگ تھے۔
4. 1878ء۔ نیٹو پریس (Native Press) اور پولیٹیکل ایسوسی ایشن کانفرنس کلکتہ کی تشکیل
5. 1883ء۔ کل ہند کانفرنس میں سریندر ناتھ بنرجی کے ذریعہ کچھ پڑھے لکھے ہندوستانیوں کو بلایا گیا۔
6. 1884ء۔ مدراس مہاجن سبھا کی تشکیل کی گئی۔ اس کے زیادہ تر ممبر متوسط طبقہ کے لوگ تھے۔
7. 1885ء۔ الہ آباد پیپلز ایسوسی ایشن۔ ممبئی پریذیڈنسی ایسوسی ایشن جیسے اداروں کے ممبر بھی متوسط طبقہ کے لوگ تھے۔
8. 20 دسمبر 1885ء۔ بھارتیہ راشٹریہ کانگریس کا قیام

کل ہند کانگریس — 28 دسمبر 1885ء :

1850ء کے بعد سیاسی تنظیموں سے جڑے لوگوں کے دل میں ملک کے تئیں ایک فکر پیدا ہوئی۔ ان لوگوں کی نظر میں ہندوستان میں رہنے والے سبھی طبقہ، مذہب، رنگ، ذات، زبان، جنسی گروہ کے لوگ ہندوستانی ہیں اور ہندوستان میں ان ہندوستانیوں کا گھر ہے۔ یہاں کے وسائل اور نظام پر ہندوستانیوں کا حق ہونا چاہئے۔ جب تک انگریز یہاں سے باہر نہیں

جائیں گے۔ ہندوستان ہندوستانیوں کا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اپنے ملک کے تئیں لوگوں میں قومیت کے جذبات کا فروغ ہونے لگا اور قوم پرستی کا جنم ہوا۔ رفتہ رفتہ ان تنظیموں کی قومی بیداری اور گہری ہوتی چلی گئی۔ ان جذبات کی بنیاد وہ فکر تھی کہ ہندوستان کو ہندوستان اور یہاں کے لوگوں کے بارے یں سوچنے سمجھنے اور کام کرنے کی آزادی ہونی چاہئے اس طرح ہندوستانیوں میں قومیت کے جذبات بیدار ہوئے۔ اس بیداری میں کئی عوامل نے مل جل کر رول نبھایا۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت کی سامراجی پالیسیوں نے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہندوستان کا معاشی استحصال کرنا شروع کردیا۔ انگلینڈ نے اپنی صنعتی ضروریات کی تکمیل کے لئے سستے کچے مال کی برآمد اور تیار مال کے لئے خریدار بازار کی شکل میں ہندوستان کا استعمال شروع کیا۔ مثال کے طور پر انگلینڈ نے اپنی کپڑا صنعت کو بڑھانے کے لئے ہندوستان سے برآمد ہونے والے کپڑوں پر بھاری مقدار میں ٹیکس لگائے جبکہ انگلینڈ میں تیار مال کو ٹیکس میں رعایت دی۔ انگریزوں کا سول اور فوجی انتظامیہ کافی خرچیلا تھا۔ اونچے عہدوں پر ہندوستانیوں کی بحالی نہ کر کے انگریزوں کی بحالی کی جاتی تھی۔ اور انہیں موٹی تنخواہ دیجاتی تھی۔ وہ اپنی تنخواہ کی ساری رقم انگلینڈ بھیج دیتے تھے۔ ہندوستانی معاملوں سے جڑے انگلینڈ میں کام کرنے والے افسروں کو بھی ہندوستان سے ہی پیسہ دیا جاتا تھا۔ ان معاشی استحصال کی وجہ سے ہندوستان میں ہر سال قحط پڑنے لگا۔ کیونکہ ہندوستانی کسان اپنی ضرورت کے مطابق غلہ کی پیداوار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں انگلینڈ کے عوام اور صنعتوں کو پیش نظر رکھ کر سامانوں کی پیداوار کرنا پڑتا تھا۔ ہندوستانی لیڈران نے انگریزوں کی ہندوستان مخالف معاشی پالیسی کو ہی غربت کا ذمہ دار بتایا۔ اس کے مطابق ملکی مال اور آزادی ہی مسئلہ کا صرف واحد حل تھا۔

انگریزوں نے پورے ہندوستان کو اپنے مفاد میں سیاسی طور پر متحد کیا۔ ہندوستان کے سیاسی اتحاد نے ملک کے ہر کونے کے لوگوں کو ملنے جلنے کا موقع عطا کیا۔ انگریزوں نے سیاسی اتحاد قائم کرنے کے ساتھ ہی انتظامی اتحاد بھی قائم کی۔ پورے ہندوستان میں ایک ہی طرح کی عدالتی اور حکومتی نظام قائم کیا۔ انگریزوں نے پورے ہندوستان کو سڑک تار اور ریلوے کے ذریعہ سے ایک دھاگے میں باندھ دیا۔ رسل ورسائل کے ذریعوں اور انتظامی یکسانیت میں الگ الگ جگہوں پر

رہنے والوں پر ملنے جلنے پر برٹش انتظامیہ کی استحصالی پالیسی پر غور کرنے کا موقع دیا۔ نتیجہ کے طور پر ہندوستان میں قومی پرستی کے جذبات کو منظم ہونے کے لئے ایک پلیٹ فارم مل گیا۔

انگریزی تعلیم نے ہندوستان میں جدید قومیت کے جذبات کو مضبوط بنایا۔ جدید تعلیمی نظام نے پورے ملک کو دانشوروں کا ایک نیا طبقہ عطا کیا جو جدید خیالات، آزادی، مساوات اور ہندوستانیت کے جذبات سے متاثر تھا۔ انگریزی زبان کی شکل میں تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو ایک رابطے کی زبان مل گئی جس کے ذریعہ وہ اپنے مسائل اور خیالات سے پورے ہندوستان میں ایک دوسرے کو واقف کرا سکتے تھے۔

انگریزوں کی آمد کے بعد ہندوستان میں جدید اخبارات کو فروغ ہوا۔ سستے اخبارات لوگوں تک پہنچنے لگے۔ رفتہ رفتہ ہندوستانی لوگوں کے ذریعہ اخبارات چھاپے جانے لگے۔ ان اخبارات نے انگریزوں کی استحصالی پالیسیوں کو اجاگر کیا۔ اخباروں کے ذریعہ سے جب انگریزوں کے مظالم اور استحصال کا پردہ فاش ہونے لگا تو انگریزوں نے ورنا کولر پریس ایکٹ (1878ء) کے ذریعہ سے پابندی کی کاروائی کی تاکہ ان کی توسیع رک جائے۔ لیکن پابندی کے باوجود ہندوستانی اخبارات اپنے مشن میں لگے رہے۔ اخبارات اب لاکھوں لوگوں تک پہنچنے لگے۔ انگریزوں کے استحصال کے خلاف اخباروں میں عوامی رائے بنانے اور قوم پرستی کی تبلیغ میں اہم رول ادا کیا۔

> (ملکی زبان) ورنا کولر پریس ایکٹ (1878ء) کے ذریعہ ہندوستانی زبانوں میں چھپنے والے اخبارات پر پابندی لگا دی گئی۔

انڈین میرر (بنگال، کیسری (مراٹھی) ہندو، س پیٹریاٹ ٥ اور امرت بازار پتریکا وغیرہ کئی انگریزی اخبارات اور ہندوستانی زبان کے اخباروں نے انگریزوں کے نازیبا حرکات کو نہ صرف یہ کہ شائع کیا بلکہ نمائندوں کے ذریعہ حکومت کے نظام آزادی اور جمہوری خیالات کو عام لوگوں کے بیچ مقبول بنایا۔ اس طرح ہندوستانی اخبارات سیاسی تربیت اور قوم پرستی کے خیالات کی توسیع کے خاص اسلحے کی شکل میں کام کرنے لگے۔

کچھ انگریز دانش وروں جیسے ولیم جانس ،میکس مولر وغیرہ نے تحقیق اور کھدائی کے بعد قدیم ہندوستانی ثقافت کی اہمیت اور قیمتی وراثت کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ یورپی دانشوروں نے ویدوں اور اپنیشد وغیرہ کی تشریح کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستانی آریہ اسی انسانی شاخ کے لوگ ہیں جن سے یورپی ذاتیں پیدا ہوئی ہیں۔اس سے ہندوستانیوں میں جو خلش زدہ تھے ایک خوداعتمادی پیدا ہوئی۔ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں نے اپنی قدیم روایات، رسم ورواج اور سماجی رسوم کو پھر سے آزمانا شروع کردیا۔ان لوگوں نے ہندوستانی سماج کی برائیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کی۔مندرجہ بالا حالات کے تناظر میں جب ہندوستان میں قوم پرستی کے خیالات ایک شکل اختیار کرنے لگے۔تبھی آئی سی پی اب (آئی اے ایس)میں بحال ہونے کی عمر گھٹا کر 21 سے 19 سال کردی گئی تا کہ ہندوستانی تعلیم یافتہ نوجوان امتحان میں شامل نہ ہوسکیں۔

ہندوستانی اسلحہ قانون بنا کر ہندوستانیوں کو لگام لگانے اور ستانے کی کوشش کی گئی۔ان کاموں نے انگریزوں کے تئیں ناراضگی میں اضافہ کیا۔کئی سیاسی اداروں کا جنم ہوا اور سرکار مخالف تحریکیں چلیں۔

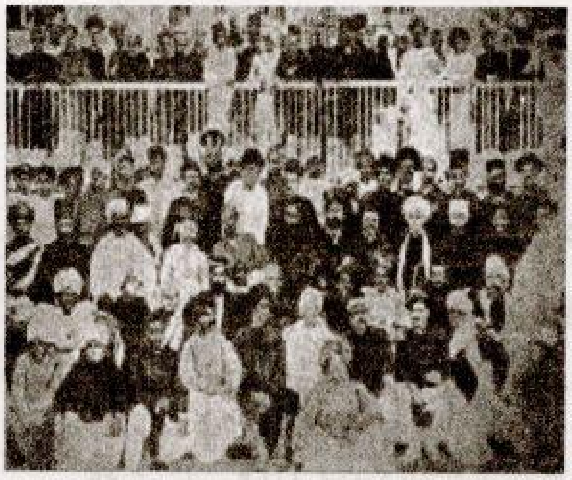
تصویر۔2 : کانگریس کے بانی اراکین

لارڈ ربن نے ذات پات کی تفریق پر مبنی نابرابری کو دور کرنے کی کوشش کی۔اس نے البرٹ بل کے وسیلہ سے ہندوستانی ضلع اور شیشن ججوں کو بھی وہ قوت اور اختیار عطا کیے جو یورپی ججوں کو حاصل تھے۔ یہ نظام یوروپی لوگوں کو پسند نہیں آیا اور ان لوگوں نے البرٹ بل کی منظم مخالفت کی۔نتیجہ یہ ہوا کہ وائسرائے کو یہ بل واپس لینا پڑا۔اس واقعہ نے یہ ثابت کردیا کہ ہندوستانیوں کو یورپی کے برابر درجہ حاصل نہیں ہے۔ساتھ ہی ساتھ منظم مخالفت کے بعد سرکار کسی فیصلہ کو واپس لینے پر مجبور ہوسکتی ہے۔

اس طرح درج بالا سارے کاموں اور حالات نے قومیت کے جذبات کے ساتھ ایک قومی تنظیم کی ضرورت کو ناگزیر بنادیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ 28 دسمبر 1885ء کو بمبئی کے گوکل داس کالج کے ہال میں ہندوستانی قومی کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں ملک کے مختلف حصوں سے 72 نمائندوں نے شرکت کی۔

کانگریس کے ابتدائی قائدین میں دادا بھائی نوروجی، فیروز شاہ مہتا، بدرالدین طیب جی ڈبلوسی بنرجی، آر سی دت اور ایک سال بعد شامل ہونے والے سریندر ناتھ بنرجی جیسے تعلیم یافتہ اور دور بین افراد تھے۔ ان قائدین نے اپنی دور بینی کا ثبوت دیتے ہوئے اے او ہیوم جیسے ریٹائرڈ انگریز افسر کو اپنی تنظیم کا خاص حصہ بنایا۔

کانگریس کے ابتدائی دن: کانگریس اپنے شروع کے دنوں میں قومی بیداری کے توسیع کا ہر ممکن کوشش کرنا چاہتی تھی کیونکہ انگریز حکمراں ہندوستان کو ایک قوم کی شکل میں مانتے ہی نہیں تھے۔ وہ صرف ہندوستان کو ایک جغرافیائی اصطلاح کی شکل میں متعارف کرتے تھے کیونکہ ہندوستان ان کی نظر میں الگ الگ مذہب فرقوں، ذاتوں اور مختلف زبان بولنے والوں کا ایک مجموعہ تھا۔ کانگریس قائدین نے نہ صرف یہ کہ اس خیال کی تردید کی بلکہ سریندر ناتھ بنرجی، گوکھلے، تلک وغیرہ لیڈران نے ہندوستان کو ایک ابھرتا ہوا ملک ظاہر کیا۔

کانگریس کے لیڈران کا ماننا تھا کہ ہندوستان کے ثقافتی تضادات کو دیکھتے ہوئے بہت احتیاط کے ساتھ قومی اتحاد کی کوشش کی جائے۔ یہ طے کیا گیا کہ کانگریس کا سالانہ جلسہ باری باری سے ملک کے مختلف حصوں میں منعقد کئے جائیں اور صدر اس حلقے کا نہ ہو جہاں جلسہ ہو رہا ہو۔

کانگریس نے یہ طے کیا کہ کسی بھی تجویز کو پاس کرنے میں اقلیتوں کے خیالات کو بھی پیش نظر رکھا جائے اور کاؤنسل میں ان کے منتخب نمائندوں کی تعداد ان کی آبادی کے تناسب سے کم نہ ہو۔ ابتدائی دور سے ہی قوم پرست لیڈر سیکولرزم کے زوردار حمایتی تھے۔ کانگریس یہ بھی چاہتی تھی کہ سیاسی کارکن منظم ہو کر کل ہند پیمانے پر اپنی سرگرمیاں چلائیں۔

کانگریس کے ابتدائی دنوں میں بہار کے نمائندے

کانگریس کے قیام کے وقت بہار سے کوئی نمائندہ تو شامل نہیں تھا لیکن کلکتہ کے دوسرے اجلاس 1886ء میں کل سولہ ہزار روپے خرچ ہوئے جس میں 2500 کا امداد تنہا دربھنگہ مہاراج لکشمیشور سنگھ کے ذریعہ دیا گیا۔ ہتھوا اور ڈمراؤں مہاراج نے بھی مالی مدد کیا۔ دوسرے اجلاس میں ڈیلی گیٹ کی شکل میں بہار سے شالیگرام سنگھ اور یشیشور سنگھ (کلہڑیا اسٹیٹ) جن کے نام پر ہی بی این کالج ہے شامل ہوئے تھے۔ اور پورنیندو نارائن سنہا اور گجادھر پرساد جو پیشے سے وکیل تھے۔

تصویر۔ 3

گوپال کرشن گوکھلے : جہاں تک ہو سکے ہمیں زیادہ سے زیادہ لوگوں میں قومی بیداری پیدا کرنی چاہئے اور اس میں بڑھاوا دینا چاہئے تاکہ مذہب، ذات اور طبقہ کے تضادات کو الگ رکھ کر وہ متحد ہو سکیں۔

شروع میں کانگریس کے لئے عوامی تحریک وغیرہ چلانا ناممکن تھا۔ اس لئے انہوں نے سیاسی شعور کو بیدار کرنے اور عوامی رائے بنانے کے لئے متوسط طبقہ کے لوگوں سے رابطہ کرنا شروع کیا جو رفتہ رفتہ عام لوگوں تک پہنچا۔

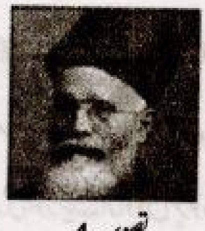

تصویر۔ 4

دادا بھائی نوروجی : ہم یہاں تک سیاسی تنظیم کی شکل میں جمع ہوئے ہیں تاکہ ہم اپنی سیاسی خواہشات سے اپنے حکمرانوں کو واقف کرا سکیں۔

ڈبلوسی بنرجی : کانگریس کا مقصد بھائی چارے کے وسیلہ سے ہندوستانی عوام کے بیچ تمام ذات اور طبقے اور علاقائی تعصبات کو ختم کرنے اور ملک کے لئے کام کرنے والوں کے بیچ بھائی چارے اور دوستی کو زیادہ مضبوط بنانا ہے۔

تصویر۔5

کانگریس کے لیڈران نے لوگوں کو یہ سمجھایا کہ ہم ایک قوم ہیں سامراج ہمارا دشمن۔ اسی دشمن کے خلاف ہماری جدوجہد ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت کے لیڈران نے برٹش حکومت کے خلاف کوئی عوامی تحریک نہیں چلائی۔ لیکن انہوں نے سامراج واد کے خلاف فکری سطح پر لڑائی کی ابتدا ضرور کردی کانگریس نے اس عہد کے سیاسی خیالات سماجی طبقوں اور گروہوں کو اپنے ساتھ جوڑ کر قوم پرستی کو تحریک کی شکل میں قائم کیا۔

اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کانگریس نے اپنی ابتدائی حالت میں جمہوریت اور سیکولرازم کے تحریک کی بنیاد رکھ دی۔ عوام میں سیاسی شعور پیدا کی اور اسے سیاسی طور پر تعلیم یافتہ کیا۔ اپنے ابتدائی بیس سالوں میں کانگریس نے تحریک کی زمین تیار کرنے کا کام کیا۔

آزادی کی خواہش : انیسویں صدی کا آخری عشرہ آتے آتے کانگریس کے ہی بہت سارے لیڈران برٹش حکومت مخالف سیاسی طور طریقوں سے عدم اتفاقی ظاہر کرنے لگے تھے۔ وہ کانگریس کی درخواست اور گزارش کی پالیسی کے سخت مخالف تھے۔ اس طرح کے خیالات کی قیادت بنگال میں بپن چندر پال، پنجاب میں لالہ لاجپت رائے اور مہاراشٹر میں بال گنگادھر تلک کر رہے تھے۔ انہوں نے گزارش کے بجائے تخلیقی کاموں اور خود کفالت پر زور دیا۔ انہیں انگریزوں کی انصاف پسندی اور نیک ارادوں پر کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ وہ تنظیم کو طاقتور

لال۔ بال۔ پال

اور منظم بنانا چاہتے تھے۔ تا کہ آزادی کے لئے انگریزوں سے لڑسکیں۔ تلک نے نعرہ دیا۔ آزادی میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے لے کر رہوں گا۔' ان لیڈران نے گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو منظم کیا اور آزادی کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کی اہمیت پر بھی زور دیا۔

درخواست اور گزارش کی پالیسی کیا ہے؟ اساتذہ سے بیان کریں

بنگ بھنگ اور ملکی تحریک : لارڈ کرزن نے قومی جذبات کو کمزور کرنے کے لئے 1905ء میں بنگال کی تقسیم کا فرمان جاری کیا۔ اس وقت بنگال کے تحت بنگلہ دیش، مغربی بنگال، اڑیسہ، بہار اور جھارکھنڈ کے صوبے تھے۔ انگریزوں کی دلیل تھی کہ چونکہ یہ صوبہ کافی بڑا ہے اس لئے انتظامی سہولت کے لئے بنگال کی تقسیم لازمی ہے۔ لیکن اس تقسیم کے پس پردہ مقصد یہ تھا کہ متحد بنگال جو کانگریس اور قومی تحریک کا مقصد تھا اسے فرقہ وارانہ بنیاد پر ہندو اکثریتی مغربی بنگال، بہار جھارکھنڈ اور اڑیسہ میں اور مسلم اکثریتی مشرقی بنگال کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے۔ اس تقسیم میں بنگلہ زبان کے علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور مختلف جغرافیائی اور لسانی حالت رکھنے والے بہار، اڑیسہ اور جھارکھنڈ کو مغربی بنگال کے تحت رکھا گیا۔

قوم پرست اور کل ہند قومی کانگریس نے کرزن کے اس قدم کی مخالفت کا فیصلہ کر لیا۔ 16 اکتوبر 1905ء کو تقسیم کے نفاذ کے دن پورے بنگال میں 'یوم ماتم' منایا گیا۔ لوگوں نے فاقے کیے۔ بنگال کی گلیوں میں 'بندے ماترم' کے نعرے گونج اٹھے۔ کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ ہوا جس میں بال گنگادھر تلک بھی موجود تھے۔ لوگوں نے غیر ملکی سامان کے بائیکاٹ اور ملکی سامان کے استعمال کا اعلان کیا۔ طلبہ نے اسکولوں اور کالجوں اور وکیلوں نے عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔ ملکی تحریک میں خواتین نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ملکی تحریک کو ملک کے کونے کونے میں قوم پرستوں نے پھیلانے کا فیصلہ کیا۔ بنگال سے باہر ملکی تحریکوں کی قیادت تلک اور لالہ لاجپت رائے کے ہاتھوں میں تھی۔

برٹش حکومت نے اسے دبانے کی کوشش کی۔ عام جلسوں پر پابندی لگادی گئی اخباروں پر مالی جرمانہ کیا گیا اور قومی لیڈروں کو گرفتار کرلیا گیا۔ تلک کو حکومت سے بغاوت کے الزام میں پھنسا کر چھ سالوں تک کی قید کی سزا دی گئی۔ تحریک رفتہ رفتہ کمزور ہونے لگی۔ لیکن جوان قوم پرستوں میں جوش باقی تھا۔ یہ لوگ انگریز افسروں کو قتل کرکے اس کے ظلم کا جواب دینا چاہتے تھے۔

فرقہ واریت کا بیج لگانا : انگریزوں نے بنگال تقسیم سے تجربہ کیا کہ فرقہ واریت کی پالیسی کو آگے بڑھاتے ہوئے 1906ء میں مسلمان زمیندار اور نوابوں کے ذریعہ ڈھاکہ میں قائم آل انڈیا مسلم لیگ کی تشکیل میں بھرپور مدد کی۔ لیگ نے بنگال تقسیم کو جائز قرار دیا۔ لیگ نے مسلمانوں کے لئے الگ انتخابی علاقوں کا مطالبہ کیا جسے 1909ء میں سرکار نے مان لیا۔ ریزرویشنوں سے منتخب ہوکر آنے والے مسلم نمائندے صرف اپنے ہی فرقہ کے لوگوں کے مفاد کی بات کرنے لگے۔ اسی وقت پنجاب 'ہندو سبھا' نام سے ایک سیاسی پارٹی کی تشکیل کی گئی۔ 1915ء میں اسی پارٹی کی توسیع ہندو مہاسبھا کی شکل میں کی گئی۔ دونوں پارٹی باہمی مخالف خیالات رکھنے والے تھے۔ جس سے آگے چل کر ہندوستانی قومی تحریک فرقہ وارانہ خیالات سے کمزور پڑگئی۔

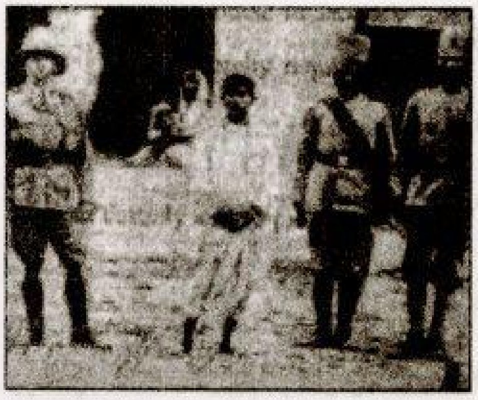

تصویر-7: کھودی رام بوس

انتہا پسند انقلابی : برٹش حکومت سے ناراض نوجوان طبقہ میں انتہا پسندی کے خیالات بھی زور پکڑنے لگے تھے۔ یہ انقلابی نوجوان ضرورت پڑنے پر تشدد کا راستہ اپنانے کو بھی تیار تھے۔ کھودی رام بوس قومی تحریک میں بم کی سیاست شروع کرنے والے پہلے انقلابی تھے۔ ان کے پہلے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے انقلابیوں کے ذریعہ پستول کا ہی استعمال شروع کیا گیا تھا۔ کھودی رام بوس کا مقصد آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو اذیت دینے والے انگریز افسران کو سبق

سکھاتا تھا۔ مظفر پور کے ضلع جج ڈی ایچ کنگس فورڈ کے قتل کی ذمہ داری انہیں دی گئی۔ انہوں نے غلطی میں کنگس فورڈ کی جگہ پر نکلے کینڈی کی بگھی پر 30 اپریل 1908ء کو بم پھینک دیا۔ بگھی میں سوار کینڈی کی بیٹی موقع واردات پر ہی مرگئی اور کینڈی کی بیوی نے اسپتال جا کر دم توڑ دیا۔ کھودی رام بوس راتوں رات میلوں پیدل چل کر وینی ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ کچھ لوگوں کے ذریعہ اس حادثہ کا تذکرہ چل رہا تھا۔ جس پر کھودی رام بوس اچانک بول پڑے۔ کیا کنگس فورڈ نہیں مرا؟ وہاں کے لوگوں کو ان پر شک ہوا اور یہ پکڑے گئے۔ مقدمہ چلا کر انہیں 11 اگست 1908 ء کو پھانسی دے دی گئی۔

مظفر پور بم کانڈ سے ایک نئی سیاسی بیداری کا آغاز ہوا۔ اس واقعہ کے بارے میں 22 جون 1908ء کو کیسری اخبار کے اداریئے میں تلک نے لکھا کہ 1897ء میں جب پونا میں پلیگ کمشنر رینڈ کا قتل چاپیکر برادران کے ذریعہ کیا گیا تھا اس کے بعد مظفر پور بم پھٹنے کا واقعہ تک کوئی ایسا اہم کام نہیں ہوا جو افسران کا دھیان عوام کی طرف متوجہ کرتا۔ دونوں واقعات میں کافی فرق ہے۔ اگر کام کو جرأت کے ساتھ صحیح انداز میں انجام دینے کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو چاپیکر حضرات کے کام کو بنگال کے واقعہ سے برتر ماننا ہوگا۔ چاپیکر حضرات اور بنگال کے انقلابیوں کے ذریعہ کئے گئے قتل عام سے مختلف تھی۔ کیونکہ انجام دینے والے سمجھتے تھے کہ وہ قومی مفاد میں اہم کام کر رہے ہیں۔

اگر چہ مظفر پور اور پونا کے دونوں واقعات کا مقصد ایک ہی تھا لیکن مظفر پور کے واقعہ کا نقطہ نظر وسیع تھا۔ کیونکہ پونا کے پلیگ کمشنر کے قتل کی وجہ پونا کی بدنظمی اور مظالم تھے جبکہ مظفر پور کے واقعہ کی وجہ بنگال کی تقسیم تھی۔

الگ انتخابی حلقے :	کسی خاص مذہب اور ذات کے لوگوں کا انتخاب اپنی ذات یا مذہب کے لوگوں کے ذریعہ کیا جانا۔
فرقہ پرستی :	کسی فرقہ کے ذریعہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے مذہبی جذبات کا استعمال

تصویر۔ 8 : جنوبی افریقہ میں گاندھی جی

گاندھی کی آمد : جنوبی افریقہ میں ستیا گرہ کا کامیاب استعمال کرنے کے بعد مہاتما گاندھی 1915ء میں ہندوستان لوٹے۔ گاندھی نے انگریزوں کی نسلی تفریق کی پالیسی کے خلاف عدم تشدد تحریک چلا کر جنوبی افریقہ کے لوگوں حق کی لڑائی لڑی تھی۔ جنوبی افریقہ میں ان کی جدوجہد اور ان کی کامیابی نے ہندوستان میں انہیں بہت مقبول بنادیا تھا۔

ستیا گرہ : استحصال اور ناانصافی کے خلاف عدم تشدد کے طریقے سے انصاف کا مطالبہ

نسلی تفریق : جسمانی رنگ اور بناوٹ کی بنیاد پر لوگوں کے بیچ تفریق کرنا

گاندھی جی نے اس عہد کے حالات کو سمجھنے کے لئے پورے ملک کا دورہ کیا اور سابرمتی آشرم (احمد آباد) کو قائم کیا۔ گاندھی جی کی آمد کے وقت ہندوستان میں ہوم رول تحریک پورے زوروں پر تھی۔ لیکن وہ اس میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ ہوم رول تحریک کاروں کے اس خیال کے مخالف تھے کہ انگریزوں کے لئے کوئی بھی مصیبت ان کے لئے ایک موقع ہے۔ اسی حکمت عملی کے تحت ہوم رول تحریک چھیڑی گئی تھی۔ گاندھی نرم روی کی سیاست میں بھی یقین نہیں رکھتے تھے۔ گاندھی جی صرف ستیا گرہ میں یقین رکھتے تھے۔ وہ کسی بھی تنظیم میں اپنی شرطوں پر شامل ہونا چاہتے تھے۔

ہندوستان میں ستیا گرہ کا پہلا تجربہ۔۔۔چمپارن :

گاندھی جی نے قومی تحریک کے مین اسٹریم سے جڑنے کے پہلے مقامی مسائل کو لے کر چمپارن بہار احمد آباد اور کھیڑا میں تحریک کی قیادت کی۔ چمپارن اور کھیڑا تو کسانوں کی تحریک تھی لیکن احمد آباد تحریک صنعتی مزدوروں سے متعلق تھی۔

سب سے کامیاب قصہ بہار کے چمپارن کا قصہ تھا۔ انیسویں صدی کی ابتداء میں ہی چمپارن کے کسانوں کے ساتھ انگریز باغات مالکوں نے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس فیصلے کے تحت بیگھہ کے تین کٹھے (3/20) میں کسانوں کو نیل کی کھیتی لازمی

طور سے کرنی پڑتی تھی۔ اسے تین کٹھیا طریقہ بھی کہتے تھے۔ لیکن انیسویں صدی کے آخر میں جرمنی کے کیمیاوی رنگوں نے نیل کی مانگ کو بین الاقوامی بازار سے باہر کر دیا۔ نیل کا مطالبہ گھٹ جانے کی وجہ سے کسان نیل کی کھیتی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن انگریز بگان مالکوں نے معاہدے سے آزاد کرنے کے لئے کئی طرح کی نامناسب شرطیں رکھیں۔ کسانوں کی مخالفت اور تنگ حالی کے باوجود انگریز زمیندار کسانوں کو لوٹتے رہے۔

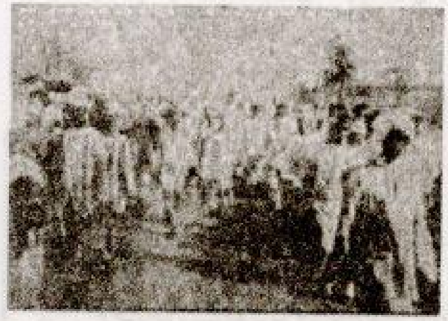

تصویر۔ 9 : چمپارن میں گاندھی جی

چمپارن کے کسانوں کو زمینداروں کے چنگل سے آزاد کرنے کے لئے راجکمار شکل ونے کمار کے لکھنؤ اجلاس میں گاندھی جی سے چمپارن آنے کی گزارش کی۔ گاندھی جی جب کسانوں کے مسائل کو سمجھنے کے لئے چمپارن پہنچے تو کمشنر نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا۔ لیکن گاندھی نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کسی بھی سزا کو بھگتنے کا فیصلہ کر لیا۔ برٹش حکومت گاندھی جی کو اب تک باغی نہیں مانتی تھی۔ اور اس معاملے کو طول دینا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے مقامی انتظامیہ کو اپنا حکم واپس لے کر گاندھی جی کو چمپارن کے گاؤں میں جانے کی چھوٹ دینے کی ہدایت کی۔

گاندھی جی اپنے مددگاروں برجکیشور پرشاد، راجندر پرشاد، مہادیو ڈیسائی، جے بی کرپلانی اور بہار کے مقامی لیڈروں کے ساتھ گھوم گھوم کر ان کے مسائل کو جاننے کی کوشش کرتے اور بیان درج کرتے تھے۔ سرکار نے بھی معاملے کی چھان بین کے لئے کمیٹی تشکیل دی۔ جس کا ایک رکن گاندھی جی کو بھی بنایا۔ گاندھی جی اس کمیشن کو یہ سمجھانے میں کامیاب رہے کہ تین کٹھیا نظام ختم ہو۔ اور بگان مالکوں کے ذریعہ غیر قانونی طور سے وصولی گئی رقم واپس کیا جائے بگان مالک 25 فیصد رقم واپس کرنے کو تیار ہو گئے۔ گاندھی جی بھی مان گئے کیوں کہ ان کی نظر میں یہ بھی بگان مالکوں کے لئے بہت بڑی بے عزتی تھی۔ شرمندگی کی وجہ سے ایک عشرہ کے اندر ہی بگان مالک چمپارن چھوڑ کر چلے گئے۔

چمپارن کی کامیابی کے بعد احمد آباد کے مزدوروں نے بھی مدد مانگی۔ وہ عالمی جنگ کی وجہ سے بڑھتی ہوئی گرانی کو لے کر تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ لیکن مل مالک مزدوروں کے مطالبے پر توجہ نہیں دے رہے تھے۔ گاندھی جی نے پرامن ہڑتال کا مشورہ دیا۔ لیکن مزدور بغیر تنخواہ طویل عرصے تک ہڑتال نہیں کر سکتے تھے۔ ان حالات میں گاندھی جی نے خود بھوک ہڑتال پر بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ گاندھی جی کی بھوک ہڑتال سے گھبرا کر مل مالکوں نے مزدوروں کی تنخواہ بڑھانے کا فیصلہ کرلیا۔

گاندھی جی نے ہندوستانی قوم پرستوں کو ستیا گرہ کا اسلحہ دیا۔ پرامن ہڑتال اور فاقہ کشی کے وسیلہ سے انگریزی سامراجیت کا قوم پرستوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

> "موتیہاری میں اپنے داخلے پر کمشنر کے ذریعہ پابندی لگانے سے متعلق سرکاری فرمان کے جواب میں موتیہاری کے کلکٹر کو 6 اپریل 1917ء کو گاندھی جی نے اپنے خط میں واضح الفاظ میں کہا کہ عوامی مفاد اور ذمہ داری کے جذبہ میں یقین رکھتے ہوئے ان کے لئے چمپارن ضلع چھوڑنا ممکن نہیں ہے اور سرکاری فرمان کی حکم عدولی کے لئے سرکار انہیں جو بھی سزا دے گی وہ اسے ماننے کے لئے بخوشی تیار ہیں۔"

رولیٹ ستیا گرہ :

تصویر۔ 10 : جلیانوالہ باغ قتل حادثہ

قومی تحریک میں داخلے کے ساتھ ہی جہاں گاندھی جی نے چمپارن کھیڑا اور احمد آباد تحریک کے وسیلہ سے لوگوں کو مخالفت کے لئے ستیا گرہ کا پیغام دیا۔ وہیں پہلے عالمی جنگ کے بعد اپجے ناراضگی کو دبانے کے لئے انگریزوں نے کچلنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے مارچ 1919ء میں رالٹ ایکٹ (Raltact) نام کا قانون بنایا جس میں بغیر کسی اپیل کے کسی شخص کو گرفتار کیا جا سکتا تھا۔ گاندھی جی رولٹ ایکٹ کی مخالفت میں 6 اپریل 1919ء کو قومی بے عزتی کا دن منانے کا فیصلہ کیا۔ قومی سطح پر مخالفت اور مظاہرے ہوئے اسی سلسلہ میں پنجاب کے دو

لیڈران سیف الدین کچلو اور ستیہ پال کو گرفتار کرلیا گیا۔ پنجاب کے لوگ مخالفت اور مظاہرہ کے لئے 13 اپریل 1919ء (بیساکھی کے دن) کو بڑی تعداد میں جلیانوالہ باغ (امرتسر) میں جمع ہوئے۔ لوگ جلسہ کر ہی رہے تھے کہ پولس نے بغیر کسی دھمکی کے براہ راست گولی چلانا شروع کردیا۔ سینکڑوں لوگ مارے گئے اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے۔ اس واقعہ نے سارے ملک میں لوگوں کو مشتعل کردیا۔

خلافت اور عدم تعاون تحریک

پہلی عالمی جنگ میں شکست کے بعد ترکی کے خلیفہ کو عہدہ سے معزول کردیا گیا تھا۔ دنیا کے دیگر حصوں کے مسلمانوں کی طرح ہندوستانی مسلمان بھی خلافت عثمانی کے مقدس اسلامی مقامات پر خلیفہ کا قبضہ باقی رکھنا چاہتے تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں نے محمد علی اور شوکت علی کی قیادت میں انگریزوں کی وعدہ خلافی کے خلاف خلافت تحریک کی شروعات کی۔ گاندھی جی نے اسے ہندو مسلم اتحاد کے موقع کی شکل میں دیکھتے ہوئے جلیانوالہ باغ قتل کانڈ اور خلافت کے معاملے میں ہوئے مظالم کے خلاف عدم تعاون تحریک چلاکر آزادی کے مطالبہ کی آواز لگائی۔

تصویر۔10 : محمد علی

تصویر۔ 12 : شوکت علی

خلیفہ : مسلمانوں کا مذہبی اور سیاسی طور سے خاص رہنما

اگست 1920ء کو گاندھی جی کی قیادت میں عدم تعاون تحریک چلانے کا فیصلہ لیا گیا۔ عدم تعاون تحریک کے درمیان سرکاری خطابات کو واپس کرنے کا فیصلہ لیا گیا۔ رویندر ناتھ ٹیگور نے 'نائٹ' اور مہاتما گاندھی نے 'قیصر ہند' کا خطاب واپس کردیا۔ انتخاب کا ووٹروں کے ذریعہ بائیکاٹ کیا گیا۔ وکیلوں سے عدالت چھوڑنے کو کہا گیا۔ موتی لال نہرو سی آرایس راج گوپال

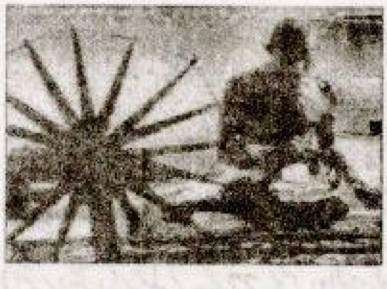

تصویر۔ 13 : چرکھا چلاتے ہوئے گاندھی جی

آچاریہ اور آصف علی جیسے وکیلوں نے وکالت چھوڑ دی۔ طلبہ نے اسکولوں اور کالجوں کو چھوڑ دیا۔ لوگوں نے غیر ملکی سامان کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا۔ غیر ملکی کپڑوں کی ہولی جلائی گئی۔ انگلینڈ سے درآمد کپڑوں کے مقدار میں بھاری گراوٹ ہوئی۔ پورے ملک کی عوام مشتعل ہو اٹھی۔

عوامی حصہ داری :

تصویر۔ 14 : تحریک میں خواتین کی حصہ داری

ملک کے مختلف حصوں میں لوگوں نے گاندھی کے خیالات کو مقامی مسائل سے جوڑ کر تحریک چلایا۔ کھیڑا (گجرات) کے کسانوں نے انگریزوں کے ذریعہ تھوپے گئے مالگذاری کے خلاف تحریک چلایا۔ تمل ناڈو میں شراب دکانوں کی گھیرا بندی۔ آندھرا پردیش میں جنگل ستیا گرہ تو پنجاب میں اکالیوں نے گرودوارے میں بیٹھے ہوئے جرائم پیشہ مہنتوں کو ہٹانے کے لئے تحریک چلایا۔ عدم تعاون تحریک کا بہار میں بھی زبردست اثر تھا۔ برج کشور پرشاد کے مشورے پر آزادی کے موضوع کو بھی عدم تعاون تحریک میں شامل کر لیا گیا۔ مظہر الحق نے قومی تحریک کی سرگرمیوں کو چلانے کے لئے خیرو میاں کی زمین پر بہار ودیا پیٹھ اور صداقت آشرم کو قائم کیا گیا۔ مظہر الحق نے عدم تعاون کے پروگرام کو پھیلانے اور ہندو مسلم اتحاد کو قائم کرنے کے مقصد سے صداقت آشرم سے دی مدر لینڈ کا اخبار نکالا۔

تصویر۔ 15 : مولانا مظہر الحق

22 دسمبر 1921ء کو برٹش شہزادے کی پٹنہ میں آمد ہوئی اس دن شہر میں ہڑتال منائی گئی۔

عدم تعاون تحریک اپنے عروج پر آتے آتے پر تشدد ہو گیا۔ 5 فروری 1922ء کو تحریک کاروں کی بھیڑ نے چوڑی چوڑا پولس تھانہ (اتر پردیش) پر حملہ کر کے 22 پولس والوں کو زندہ جلا دیا۔ گاندھی جی پر تشدد تحریک کے خلاف تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے

8/فروری 1922ء کوتحریک کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔

جھنڈا ستیا گرہ: جھنڈا ستیا گرہ کا آغاز 13 اپریل 1923ء سے شروع ہوا جب برٹش حکومت نے لوگوں کو جھنڈا لے کر چلنے سے روک دیا۔ کانگریسیوں نے حکم ماننے سے انکار کرتے ہوئے ناگپور میں ستیا گرہ کرنے کا ارادہ کیا۔

جج کے روکنے پر بھی ڈی ایس پی نے بھیڑ پر حملہ بول دیا۔ کئی لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ جمنالال بجاج کمیٹی نے ایک مئی 1923ء سے جھنڈا ستیا گرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس ستیا گرہ میں ملک کے دیگر حصوں کے ساتھ ساتھ بہار کے لوگ بھی گئے۔ یہ تحریک 109 دنوں تک چلی اور 1560ء ستیا گرہیوں کو سزائیں ہوئیں رفتہ رفتہ سرکار کا رخ نرم ہونے لگا اور ترنگا لے کر چلنے کی اجازت دے دی گئی۔

شہید ہردیو نے ترنگے کے احترام میں شہادت دی

ناگپور جھنڈا ستیا گرہ میں ملک کے کونے کونے سے ستیا گرہی پہنچنے لگے۔ بہار سے ستیا گرہیوں کو بھیجنے کی ذمہ داری راجندر بابو کی تھی۔ بہاری ستیا گرہیوں کے گروہ میں ایک نوجوان ہردیو نارائن سنگھ بھی تھے جو پٹنہ ضلع کے اکبر پور پالی گنج کے راستے پر واقع گاؤں تورنی کے باشندے تھے۔ وہ اپنے خاندان کو چھوڑ کر اپنے ساتھیوں اودھ بہاری سنگھ، دیاس سنگھ اور ہردیو سنگھ وغیرہ کے ساتھ ناگپور پہنچے۔ یہاں 18 جون 1923ء کو ان لوگوں کو قید کر لیا گیا اور ایک سال کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ کھانے پینے کی دشواریوں کی وجہ سے ان کی صحت بگڑنے لگی۔ ساتھی ستیا گرہیوں نے برٹش افسران سے معافی مانگ کر جیل سے چھوٹنے کی صلاح دی۔ لیکن انہوں نے معافی مانگنے سے انکار کر دیا۔ اور ناگپور جیل میں ہی ان کی موت ہو گئی۔ اس وقت راجندر بابو بھی اسی جیل میں بند تھے۔ ہردیو نارائن سنگھ کی لاش راجندر بابو، سردار پٹیل اور چترنجن داس وغیرہ کو سونپا گیا۔ سبھوں نے مل کر آخری رسوم ادا کئے۔ اپنے شہید اولاد کی یاد میں والد چندریکا سنگھ اپنے کندھے پر زندگی بھر ترنگا اوڑھے رہے اور اسے ڈھوتے رہے۔

اگلی لڑائی کی تیاری میں

عدم تعاون تحریک کے خاتمہ (1922ء) کے بعد کانگریس کا اجلاس گیا میں منعقد ہوا۔ گاندھی جی نے اپنے مقلدین کو دور کے دیہاتوں میں تخلیقی کام کرنے کا پیغام دیا۔ جبکہ چترنجن داس اور موتی لال نہرو جیسے لیڈران نے پارٹی کو کونسل کے انتخاب میں حصہ لینے کی حمایت کی۔ ان کی دلیل تھی کہ کاؤنسل کے وسیلے سے سرکاری پالیسیوں کو متاثر کرنا چاہئے۔ اسی نقطے پر اختلاف کے بعد چترنجن داس اور موتی لال نہرو نے فروری 1923ء میں آزادی پارٹی 'سوراجیہ دل' کی تشکیل کی۔ اس کی ابتدائی میٹنگ پٹنہ میں ہی ہوئی۔ لیکن بہار میں ڈاکٹر راجندر پرشاد وغیرہ کے اثرات کی وجہ سے سوراجیہ دل ناکام رہا۔

عدم تعاون تحریک کے التوا کے بعد عوام کے بیچ پھیلی ناراضگی کے جذبات کا فائدہ اٹھانے کے مقصد سے ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی اور راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کی تشکیل ہوئی۔ بالترتیب ایک پارٹی عوام الناس کے طبقہ کی نمائندہ تھی تو دوسری خود کو ہندو پرست اور جارح قوم پرست تنظیم مانتی تھی۔ اسی دوران سردار بھگت سنگھ جیسے انقلابی محبان وطن نے ہندوستانی سوشلسٹ ری پبلکن آرمی کی تشکیل کی۔ اسی عشرے کے آخری سالوں میں جواہر لال نہرو کی صدارت میں مکمل آزادی کی تجویز بھی پاس کی گئی۔ اور 26 جنوری 1930ء کو لاہور میں راوی ندی کے کنارے پر یوم آزادی منایا گیا۔

تصویر۔ 16

جب بہار کے سپوت نے بھگت سنگھ کے قتل کے ذمہ دار کو مار ڈالا

بیکنٹھ شکل

تصویر۔ 17 : بیکنٹھ شکل

بیکنٹھ شکل کی پیدائش 1910ء مظفر پور (ویشالی) کے جلال پور گاؤں میں ہوئی تھی۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کر لی اور پرائمری اسکول کے معلم بنے۔ انہوں نے 1930ء کے سول نافرمانی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ انہیں گرفتار کر کے پٹنہ کیمپ جیل میں رکھا گیا۔ 1931ء میں گاندھی اروِن معاہدہ کے بعد دیگر ستیا گرہیوں کے ساتھ رہا کیے گئے۔ بعد میں ہندوستان سوشلسٹ ری پبلیکن آرمی کے رابطے میں آ کر انقلابی بن گئے۔ پھنندر ناتھ گھوش جو بتیا کے باشندہ تھے۔ جب پارٹی مخالف کام کرنے لگا تب اس کے قتل کے منصوبہ میں انہوں نے سرگرم حصہ لیا تھا۔ پھنندر ناتھ گھوش نے سرکار کی طرف سے کئی سیاسی سازشوں میں گواہی دی۔ لاہور سازش کانڈ میں بھی وہ اہم مخبر تھا۔ اس نے 1930ء میں بھگت سنگھ، راجگرو اور سکھ دیو کے خلاف گواہی دی جس کی وجہ سے ہی انہیں پھانسی کی سزا ملی تھی۔

پھنندر ناتھ گھوش پر حملہ بیکنٹھ شکل اور چندر ما سنگھ کے ذریعہ 9 نومبر 1932ء کو ہوا جب وہ مینا بازار کی اپنی دکان میں بیٹھ کر اپنے دوست کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا۔ اس پر دھار دار ہتھیار سے حملہ ہوا۔ زخمی پھنندر ناتھ 17 نومبر 1932ء کو مر گیا۔

بھاگتے وقت بیکنٹھ شکل کا تھیلا چھوٹ گیا جس میں رکھی دھوتی نے بیکنٹھ شکل تک پہنچنے میں مدد کی۔ بیکنٹھ شکل 6 جولائی 1933ء کو سونپور۔ حاجی پور پل کے پاس پولس گروپ کے ذریعہ گرفتار کیے گئے۔ سیشن جج نے بیکنٹھ شکل کو پھانسی کی سزا دی۔ ہائی کورٹ نے بھی سزا برقرار رکھی۔ نتیجہ کے طور پر 14 مئی 1934ء کو انہیں گیا جیل میں پھانسی دے دی گئی۔

ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی اور آر ایس ایس نظریات کا تذکرہ اپنے استاد سے کیجیے

ڈانڈی مارچ : جب گاندھی نکل پڑے نمک قانون کو توڑنے کے لئے

سرکار کا نمک کی پیداوار اور فروخت پر ایک طرفہ اختیار ہوتا تھا جس سے سرکار کو اچھی آمدنی ہوتی تھی۔ اس قانون سے ملک کا ہر شخص (غریب، امیر، عورت، مرد، اونچ، نیچ) متاثر تھا۔ گاندھی جی نے نمک قانون کو قومیت کے جذبات سے جوڑا کیونکہ یہ قدرت کی دی ہوئی چیز ہے اور بغیر ٹیکس کے سب کے لئے دستیاب ہونا چاہئے۔ گاندھی جی اپنے چنے ہوئے 79 ساتھیوں کے ساتھ 12 مارچ 1930ء کو سابرمتی آشرم سے ڈانڈی (ساحل سمندر کے کنارے) کے لئے نمک قانون توڑنے کے لئے نکل پڑے۔ 6 اپریل 1930ء کو ڈانڈی پہنچ کر گاندھی جی نے عوامی طور سے نمک اکٹھا کر کے نمک قانون کو توڑا۔ گاندھی جی نے پانی ابال کو بھی نمک بنایا۔ دیکھتے دیکھتے یہ تحریک پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ اس تحریک میں کسانوں، عورتوں اور آدیباسیوں نے بھی حصہ لیا۔

تصویر۔ 18

سرکار نے جبری کاروائی کرتے ہوئے ہزاروں ستیہ گرہیوں کو جیل میں ڈال دیا لیکن انہیں بھی اب عوامی طاقت کا احساس ہونے لگا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ 1935ء میں صوبائی خودمختاری قانون کے ذریعہ صوبوں میں عوام پسند سرکار کی تشکیل کی تجویز کی۔ اسی تجویز کے تحت اس عہد کے گیارہ صوبوں میں سے 7 صوبوں میں کانگریس کی منتخب سرکار بنی۔ دو سال بعد عالمی جنگ شروع ہونے کی وجہ سے کانگریس نے جنگ کے بعد ہندوستان کو آزاد کرنے کی شرط پر جنگ میں تعاون کی بات کی۔ لیکن برٹش حکومت نے یہ بات نہیں مانی، جس سے 1939ء میں کانگریسی سرکار نے استعفیٰ دے دیا۔

> صوبائی خودمختاری۔۔۔ مرکز کے اندر رہتے ہوئے اپنے صوبائی علاقہ میں عوامی مفاد میں آزادانہ طور پر فیصلہ لینے کا اختیار حاصل ہونا۔

انگریزو بھارت چھوڑو۔1942 (Quit India Movement)

دوسری عالمی جنگ سے پیدا شدہ حالات میں مہاتما گاندھی نے انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے کی دھمکی دی۔اس کے لئے گاندھی جی نے عوام کو 'کرو یا مرو' کا نعرہ دیا۔حالانکہ گاندھی جی نے بمبئی کے گوالیا ٹینک میدان سے 8 اگست کو عدم تشدد جدوجہد کی ہی آواز دی تھی۔لیکن برٹش حکومت نے جبری کاروائی کرتے ہوئے بشمول گاندھی جی تمام اہم کانگریسی لیڈروں کو جیل میں بند کردیا۔لیڈران کی گرفتاری کے بعد عوام اور مشتعل ہو گئے۔کسانوں طلبہ اور خواتین کی حصہ داری نے تحریک کو کافی مشتعل اور طاقتور بنادیا۔حکومت اور مواصلات کے علامتی نشان پر قبضہ کر کے مقامی لوگوں نے اپنی سرکار کی تشکیل کی۔

بہار میں جب 80 تھانوں پر عوام کا قبضہ ہو گیا....

پٹنہ ضلع کے پالی گنج میں زبردست تنظیم رہنے کی وجہ سے تھانہ کو جھکنا پڑا اور 14 اگست کو تھانہ میں تالا لگا دیا گیا۔15 اگست کو داروغہ جی نے خود 'انقلاب زندہ باد' کا نعرہ لگاتے ہوئے جھنڈا لہرایا۔اسی دن ایک گروہ الارے اروّل کی طرف بڑھ جارہا تھا۔اس گروہ پر پولس کی طرف سے اچانک گولی چلائی گئی جس میں رام کرت سنگھ (کورڈا رانی پور کے رہنے والے تھے) کے بازو میں گولی لگی۔وہاں سے انہیں زخمی حالت میں پالی گنج اسپتال میں لایا گیا جہاں ان کی موت واقع ہو گئی۔اس بہادر کا ہزاروں لوگوں نے گاجے باجے کے ساتھ مہابلی پور کے نزدیک سون ندی میں آخری رسوم ادا کی۔

انگریزوں نے جبر کا سہارا لیتے ہوئے 90,000 لوگوں کو جیل میں ڈال دیا ہزاروں لوگ پولس کی گولی سے مارے گئے۔اکثر مقامات پر ہوائی جہاز سے گولیاں برسائی گئیں۔لیکن برٹش حکومت کو تحریک نے جھکنے پر مجبور کردیا۔

1942 کے ہندوستان چھوڑ دتحریک کے دوران پٹنہ کے حالات کو ظاہر کرتا ہوا ایک خط جسے ڈاکٹر یوا ین شاہی نے اپنی بیوی کو بھیجا۔

بندے ماترم

پٹنہ

21 اگست 1942ء

پیاری

کئی دن ہوئے تیرا خط ملا لیکن خط کا جواب نہیں دے سکا تھا۔ اس کی پہلی وجہ تو خود فراموشی ہی کہا جائے گا۔ اور دوسری وجہ اسے تم تک پہنچنے کے ذرائع کی کمی۔ رام پھل بابا کی آمد نے دوسرے کا حل دیدیا ہے۔ اس لئے کچھ لکھنے بیٹھا ہوں۔ اب تک کسی طرح جسم سے اچھا رہا ہوں۔ لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتنے دنوں کے لئے ہے۔ یوں تو یہ کہنا انتہائی دشوار ہے کہ کب کس کو کیا ہوگا، لیکن آج کی دنیا میں یہ بالکل ایک ناممکن سا ہوگیا ہے۔ کسی کے جان مال کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور اس میں اس کی بات کیا پوچھنا جس میں پنڈت جواہر لال نہرو کے الفاظ میں — اپنی چھوٹی کشتی کو جلادی ہے اور سمندر کی اچھلتی کودتی پاگل ترنگوں پر کود گیا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ اس کی پالیسی کیا ہوگی؟ گذشتہ 8 تاریخ کو ہی یہاں کے تمام کالجوں میں تالا لگ گیا ہے۔ اب تو وہاں طلبہ کی جگہ گورے سپاہی ڈٹے ہیں۔ یہاں کی اور خبریں چاچاجی، سبھوں نے سن لینا۔ ابھی کوئی خاص شور وہنگامہ یہاں نہیں ہے سکریٹریٹ پر جھنڈا پھہرانے میں گولیاں چلیں اور ہم میں سے 11 بہادر شہید ہوگئے۔ اور تقریباً 22 زخمی ہوگئے۔ انہیں بہادروں کی مردہ روحوں کی پکار نے یہاں کی عوام میں آگ لگادی اور آگے کی بات کا کیا پوچھنا۔ سرکار کا ہر ایک کام بند ہوگیا۔ ہنستے ہنستے گولی سہنے والوں میں میرا ایک ساتھی بھی تھا اور وہ یہاں میرے ہی ساتھ ایک کمرے میں رہتا تھا لیکن مجھے اس کی تکلیف نہیں ہے بلکہ